جلد ۱۰ | ۲۱ تبوک ۱۳۴۰ ہش ۔ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ ۔ ۲۱ ستمبر ۱۹۶۱ء | نمبر ۳۸

اخبار احمدیہ

نخلہ ۱۵ ستمبر بوقت ۱۰ بجے صبح۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ آج کی رپورٹ مظہر ہے کہ کل حضور کی طبیعت بہتر رہی۔ رات نیند آگئی اس وقت طبیعت بہتر ہے۔

احباب جماعت حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی کامل و عاجل شفایابی اور کام والی لمبی زندگی کے لئے خاص توجہ اور التزام کے ساتھ دعائیں جاری رکھیں۔

قادیان ۱۹ ستمبر محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب کی وفات کی اطلاع ملتے ہی محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب گیارہ بجے کی گاڑی پر ربوہ کے لئے روانہ ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ سفر و حضر میں آپ کا ہر طرح حافظ و ناصر ہو اور بخیریت واپس دارالامان لائے۔ آمین۔

ربوہ ۱۹ ستمبر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی بذریعہ تار اطلاع فرماتے ہیں کہ حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب کو آج صبح نو بجے ربوہ میں سپرد خاک کیا گیا۔ اللھم اغفرلہ

آسمان احمدیت کا ایک اور ستارہ غروب ہوگیا!!

حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحب کی اندوہناک وفات!

قادیان ۱۹ ستمبر۔ نہایت افسوس اور گہرے رنج و الم کے ساتھ یہ خبر احباب جماعت تک پہنچائی جاتی ہے کہ حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب کل مورخہ ۱۸ ستمبر کو وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت نواب صاحب ۱۹۴۹ء سے بیمار چلے آرہے تھے۔ اور کچھ عرصہ سے تو آپ کی بیماری تشویشناک صورت اختیار کر گئی تھی چنانچہ کل ہی جو الفضل یہاں پہنچا اس میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کی طرف سے نواب صاحب کے لئے دعا کی تحریک کرتے ہوئے حضرت ممدوح نے تحریر فرمایا:۔

"تازہ رپورٹ بہت تشویشناک ہے۔ کیونکہ کمزوری کافی ہے اور دیگر عوارض کے علاوہ دل کے دورے بھی پڑنے شروع ہوگئے ہیں۔ وہ اپنی گذشتہ گیارہ سالہ طویل بیماری کی وجہ سے پہلے ہی کافی کمزور ہوچکے ہیں۔ اور درمیانی افاقہ نے ان کی صحت میں کوئی مستقل بہتری کی صورت پیدا نہیں کی کیونکہ بیماری کے ذرا سے حملہ کے نتیجہ میں خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور موجودہ بیماری کا دورہ تو اپنی ذات میں بھی کافی لمبا ہوگیا ہے۔ اور کئی دفعہ تشویشناک صورت پیدا ہو چکی ہے۔" (الفضل ۱۶/۹/۶۱)

ہر ممکن علاج معالجہ کے باوجود اللہ تعالیٰ کی تقدیر غالب آئی اور آپ اپنے مالک حقیقی کے پاس پہنچ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت نواب صاحب مرحوم اپنے بلند پایہ باپ حضرت محمد علی خاں صاحب آف مالیر کوٹلہ کی طرح نیک متقی اور سلسلہ کے فدائی ہونے کے علاوہ آپ کو بھی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دامادی کا شرف حاصل تھا۔ یعنی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کے ساتھ آپ کا نکاح مورخہ ۷/۱۵ کو ہوا۔ اور ۲۲/۱۲ کو شادی ہوکر آپ کو بھی خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے قریبی تعلق کا شرف حاصل ہوگیا۔ اس بابرکت رشتہ کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹے ۶ بیٹیاں عطا فرمائیں اور ایک درجن سے زیادہ پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں ہیں۔

حضرت نواب صاحب مرحوم مورخہ ۱/۹۶ کو پیدا ہوئے۔ اس طرح آپ نے ۶۵ سال ۸ ماہ ۱۸ دن عمر پائی۔ عجیب بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چند سال پہلے ہی آپ کو اس قدر عمر کے متعلق خبر دے دی تھی چنانچہ ماہ اگست میں حضرت نواب صاحب نے اپنی بیماری کے متعلق اخبار الفضل میں ایک مفصل نوٹ میں اپنی ایک رویا کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"چار پانچ سال کا عرصہ ہوا جبکہ میں کافی بیمار تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص مجھے کہتا ہے کہ تمہاری عمر ۶۶ سال کی ہوگی۔ کچھ فاصلہ پر حضرت والد صاحب نواب محمد علی صاحب مرحوم کھڑے ہیں۔ وہ مجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا کہتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کہتا ہے کہ میری عمر ۶۶ سال کی ہوگی۔ اس پر آپ فرماتے ہیں کہ ہاں ۶۶ سال کی تو ہو ہی جائے گی۔" (الفضل ۸/۹/۶۱ صفحہ ۲)

قادیان میں حضرت نواب صاحب کی وفات کی خبر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کے تار سے موصول ہوئی۔ اطلاع ملتے ہی تمام مقامی احباب میں رنج و غم کی لہر دوڑ گئی۔ صدر انجمن احمدیہ کے جملہ دفاتر اور تعلیمی ادارے بند کر دیئے گئے۔ اور محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب فوری طور پر گیارہ بجے کی گاڑی سے ربوہ کے لئے روانہ ہوگئے۔

ادارہ بدر اس اندوہناک سانحہ پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ، حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ، حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ، نوابزادہ عباس احمد خان صاحب، خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خاندان حضرت نواب صاحب کے تمام افراد اور جملہ دیگر متعلقین سے انتہائی عقیدتمندانہ دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے بارگاہ رب العزت میں دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت نواب صاحب کے درجات بلند فرمائے اور آپ کو اپنے قرب میں خاص مقام عطا کرے۔ اور ہم سب کو آپ کے نیک اور پاک نمونہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے آمین یا ارحم الراحمین۔

حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحبؓ کی وفات پر

لوکل انجمن احمدیہ قادیان کی قرارداد تعزیت!

قادیان ۱۹ ستمبر۔ آج حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحبؓ کی وفات حسرت آیات کی خبر پہنچنے پر لوکل انجمن احمدیہ قادیان کی مجلس عاملہ کا ایک ہنگامی اجلاس زیر صدارت محترم حضرت مولوی عبدالرحمن صاحب امیر مقامی منعقد ہوا۔ جس میں متفقہ طور پر درد مندانہ دلوں کے ساتھ حسب ذیل قرارداد تعزیت پاس ہوئی:۔

"حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحبؓ جنہیں ایک طرف سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دامادی کا عظیم الشان شرف حاصل تھا اور آپ حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ "حجۃ اللہ" کے فرزند ارجمند ہونے کی سعادت حاصل تھی۔ اور دوسرے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہونے کا امتیاز حاصل تھا۔ آپ کی وفات نہ صرف ہر دو متذکرہ خاندانوں کے لئے باعث رنج و اندوہ ہے بلکہ ساری جماعت کے لئے ایک المیہ ہے۔ یوں تو ہر ذی روح موت کا شکار ہے لیکن جب کوئی ایسی جامع صفات شخصیت ہم سے جدا ہوتی ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ سورج گہنا گیا ہو۔

لوکل انجمن کی مجلس عاملہ کا یہ ہنگامی اجلاس اس گہرے صدمہ پر خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام، خاندان حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ کے جملہ واجب الاحترام افراد کی خدمت میں نیز ساری جماعت کی خدمت میں دلی رنج کے ساتھ اظہار تعزیت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت نواب صاحب مرحوم کو اپنی رحمت کے جوار میں اعلیٰ مقام بخشے اور ہم سب کو صبر جمیل کی توفیق

مکرم صلاح الدین ایم اے۔ پرنٹر پبلشر نے ... پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہندو مسلم اتحاد

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

ذیل میں مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب فاضل کا مضمون "ہندو مسلم اتحاد" کے موضوع پر شائع کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ محترم مولوی صاحب اس موضوع پر مزید ریسرچ کر کے اور اس اہم مضمون کے ضروری اور تشنہ گوشے اُجاگر کر کے جیسا کہ ان کا منشاء ہے۔ اس کو کتابی شکل میں شائع کرنے کا انتظام فرمائیں گے۔ (ادارہ)

ہمارا یہ عقیدہ نہیں کہ زمانہ نیکی کی بجائے شر کی طرف بڑھ رہا ہے۔ نہ ہم ماضی کو حال و استقبال پر ترجیح دینے کے قائل ہیں۔ ہمارا یہ عقیدہ بھی نہیں کہ کبھی اس زمین پر خدا کے فرشتے آباد تھے۔ مگر جب بدی کی طاقت نے اُدھم مچایا تو فرشتوں نے شیطان کے لئے جگہ خالی کر دی۔ خود وہ آسمان کے کسی گوشۂ عافیت میں جا کر بیٹھ گئے۔ ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ انسانی سماج کی تعمیر و تخریب میں ہمیشہ انسانوں نے ہی حصہ لیا ہے۔ پریم و محبت اور بغض و عداوت دونوں قسم کے بیج انسان نے ہی دل میں بوئے ہیں۔ یہی زمانے کا معمار اور تاریخ کا خالق ہے۔ یہ اس اسٹیج پر ہمیشہ اچھے کردار پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر کبھی واقعات کی رفتار اس کو ایسی جگہ دھکیل دیتی ہے جہاں پہنچ کر "عمل صالح" کے قوی مضمحل ہو جاتے ہیں۔ اور انسانی سوسائٹی میں بدی کے پودے اسی طرح اُگ آتے ہیں جس طرح گلستان میں کانٹے۔

ہم اسی تاریخی کلیہ کی روشنی میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے تعلقات پر غور کرنے میں ہمارا مطالعہ یہ کہتا ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے تعلقات ہزاروں سال تاریخ کے سیر صفحات پر پھیلے ہوتے ہیں۔ اس لمبے زمانہ میں کئی مرتبہ یہ دونوں قافلے بچھڑے پھر مل گئے۔ کئی مرتبہ یہ دونوں دو بھائیوں کی طرح روٹھے پھر من گئے۔

ہندوؤں اور عربوں کے تعلقات

ہم اس تاریخی کہانی کی ابتداء پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے کرتے ہیں۔ یوں تو جس قوم کو زمانے نے اسلام کا پہلا خدمتگار بنایا یعنی اہل عرب ان سے ہندوؤں کی دوستی اس وقت سے قائم تھی جب اسلام کا ظہور بھی نہیں ہوا تھا۔ ایک دو سال یا ایک دو صدی نہیں بلکہ ہزاروں سال قبل مسیح سے ان کے درمیان تجارتی تعلقات تھے پتہ لگتا ہے بائیبل پیدائش ۳۷ / ۲۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے جس قافلے کے ہاتھوں فروخت کیا تھا وہ عربوں کا تجارتی قافلہ تھا۔ جو ہندوستان کی پیداوار ہندوستان سے ذہب اور مغرب لے جا رہا تھا۔ ہندوستان کے ساحل پر اکثر عرب تاجروں کی کشتیاں آیا کرتی تھیں۔ یہاں کی بندرگاہوں، بازاروں اور راجوں کے درباروں میں ان عربوں کی آمد و رفت چہل پہل رہتی تھی۔ ابھی ہمارے معلومات کے ذرائع محدود ہیں۔ لیکن ہم اپنی عقل پر زور ڈال کے یہ سمجھ سکتے ہیں کہ ان تجارتی تعلقات نے ہندوؤں اور مسلمانوں کی زندگی کے کن کن شعبوں پر اثر ڈالا ہوگا۔ زبان۔ عقیدہ۔ فلسفہ۔ معاشرت ہر چیز میں ایک قوم دوسری قوم سے متاثر ہوئی ہوگی۔ اور ہر مرحلہ پر ادب و ثقافت کا تبادلہ ہوا ہوگا۔

عربی میں ہندی الفاظ

عرب و ہند کے تجارتی تعلقات کا ان دونوں قوموں کی زندگی کے بہت سے پہلوؤں پر اثر پڑا ہوگا۔ اور سب سے پہلے دونوں کی زبانیں متاثر ہوئی ہوں گی۔

ہم کو عربی زبان کے متعلق تو یہ معلوم ہے کہ اس میں ہندوستانی زبان کے بہت سے الفاظ شامل ہیں۔ سید جواہر لال نہرو نے اپنی معرکۃ الآراء تصنیف "تلاش ہند" میں لکھا ہے کہ

"پیغمبر اسلام کے وقت عربی زبان بہت ترقی یافتہ تھی۔ اس میں فارسی الفاظ کے علاوہ ہندی لفظ بھی شامل تھے۔

(دیکھنا باب عرب و منگول)

عربی کا ہندوستانی زبانوں پر اثر

لیکن کیا ہندوستان کی زبانیں بھی عربی سے مستفید ہوئیں؟ ابھی اس موضوع پر تحقیق کی بہت گنجائش ہے سب سے بڑا سوال تو یہ ہے کہ وہ عرب جو تجارت کے لئے یہاں آتے تھے۔ یہاں کے باشندوں سے کس زبان میں باتیں کرتے تھے۔ اور لوگ ان کو کس زبان میں جواب دیتے تھے۔ آج اس نکتہ پر غور کرنے سے بھی بہت سی تلخیوں کا ازالہ ہو سکتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ لسانی جھگڑوں نے قومی یکجہتی کے اصول پر تبر چلایا ہے۔ پہلے ہندی اور اردو کے نام پر ہندو اور مسلمان لڑتے تھے۔ مگر اب زبان کے نام پر ہندوستان میں ایک مہابھارت برپا ہے۔ لیکن یہ تسلیم کرنے کی کافی وجوہ موجود ہیں۔ کہ اس جھگڑے میں اولیت ہندی اور اردو کو حاصل ہے۔ اور اس جھگڑے کی بنیاد محض احساس غریبت ہے۔ اس لئے اب ہمارا ذہن ہوتا ہے کہ ہزاروں سال پیچھے جا کر اس مسئلہ پر غور کریں۔

ہندوستان کی قدیم زبانیں وہ ہیں جو جنوبی ہند میں بولی جاتی ہیں۔ یعنی تامل۔ ملیالم۔ تلگو۔ کنڑی مگر جس زبان نے ان زبانوں کی جگہ لی اس کو سنسکرت کہتے ہیں۔ یہ آرین اقتدار کے ساتھ سارے ہندوستان میں پھیل چند صدیوں کے بعد اسی سنسکرت سے پالی۔ پراکرت اور برج بھاشا نے جنم لیا۔ ظہور اسلام کے وقت یہاں سے برج بھاشا جڑ لے چکی تھی۔ ان لسانی تغیرات کا زمانہ ہو کم از کم دو تین ہزار سال کی مدت پر پھیلا ہوا ہے اس [illegible] مسلم عرب تاجروں کو ہندوستان کے ساحل پر ہندوستانی تاجروں اور شہریوں سے بات چیت کرتے دیکھتے ہیں کیا اس تاریخی حقیقت کے بعد عقل یہ قبول کر سکتی ہے کہ ہندوستانی زبانوں پر عربی کا اثر نہ پڑا ہو۔ سوامی دیانند سرسوتی کی بعض تحریروں سے تو معلوم ہوتا ہے کہ کورو اور پانڈو کے زمانے میں ہندوستان کے بعض لوگ عربی زبان میں بات چیت کرتے تھے۔ خود

ہندو مسلم اتحاد کا گلدستہ

از جناب مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

جیسا کہ احباب کو معلوم ہے احمدیہ جماعت اپنی ابتداء سے ہی ملکی اور بین الاقوامی اتحاد و امن کی علمبردار ہے اور اس سلسلہ میں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام اور آپ کے خلفائے عظام اور دیگر بزرگوں نے بہت جدوجہد اور کوشش سے قیام امن کی تحریکات میں عملی حصہ لیا ہے اور مختلف اقوام کے سامنے ایسی تعلیمات پیش کی ہیں جن سے اتحاد اور امن کے قیام میں بہت مدد مل سکتی ہے۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اپنی وفات سے ایک دن پہلے اپنی آخری تصنیف پیغام صلح کے نام سے تحریر فرمائی جس میں ہندو مسلم اختلافات کو دور کرنے کے لئے نہایت عمدہ اور کارآمد تجاویز بیان فرمائیں۔ افسوس ہے کہ اس گرانقدر تقریر میں پیش کردہ تجاویز پر بروقت عمل نہ کیا گیا اور ہندو مسلم اختلافات بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ملک دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔

لیکن احمدیہ جماعت اب بھی اس امر میں کوشاں ہے کہ ملک کے اندر مختلف قوموں اور مذاہب کے مناقشات دور ہو کر باہمی اتحاد و اتفاق کی رو چلے اور ہمارا ملک پُر امن طریق پر اپنے مسائل کو حل کر سکے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مذکورہ بالا کتاب "پیغام صلح" کے کئی ایڈیشن اردو۔ ہندی اور انگریزی میں شائع کئے جا چکے ہیں۔ اس تعلق میں سکھ مسلم اتحاد کے قیام کے لئے اور ان دونوں قوموں کے درمیان مذہبی رواداری پیدا کرنے کے لئے گورمکھی میں ایک کتاب "جوڑ میل" کے نام سے ہزاروں کی تعداد میں نظارت ہذا کی طرف سے شائع کی جا چکی ہے۔ اس کتاب کی ملک کے مؤقر اخبارات اور قومی لیڈروں نے بہت تعریف کی ہے۔ اور پنجاب سرکار کے ایک معزز رکن کی خواہش کے مطابق وسیع اشاعت کے لئے اس کا اردو ترجمہ "سکھ مسلم اتحاد کا گلدستہ" کے نام سے بھی شائع کیا جا چکا ہے۔ اور خدا کے فضل سے عوام اور خواص کی تحسین و آفرین کا باعث بن چکا ہے۔

اس سلسلہ میں نظارت ہذا کی طرف سے ہندو مسلم اتحاد کے متعلق بھی بہت محنت اور عرقریزی سے ایک کتاب تیار کی جا چکی ہے۔ جو عنقریب اشاعت پذیر ہوگی۔ اس کتاب میں ہندو مسلم اتحاد کے متعلق نہایت شاندار اور اُلفت انگیز واقعات کو تاریخی مستندات سے جمع کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب ہندو مسلم اتحاد کے تعلق میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھے گی۔ اور ان دونوں عظیم الشان قوموں میں رواداری اور باہمی اتحاد کے جذبات کو پیدا کرنے کا موجب ہوگی۔

اس تعلق میں احباب سے التماس ہے کہ وہ اس ضروری اور گرانقدر تصنیف کی اشاعت [illegible] تا ہندوستان میں جلد امن و اتحاد کا یہ مرتفع منظر شہود پر آ سکے اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی بعثت کا وہ مقصد جو آپ نے شاہزادہ امن [illegible] پایا جاتا ہے پورا ہو۔

خریدو اور دوستو! یہ خدمت دین اور قوم و ملک کا زریں موقع ہے۔ اس سے پورا فائدہ اٹھائیں۔ نہ معلوم یہ دن اور یہ بہار پھر کب آئے۔

مذہب و ملک کا خیر اندیش خاکسار مرزا وسیم احمد ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

بدھ شتر کے بارے میں اُنہوں نے یہی لکھا ہے۔ اُنہوں نے یہ بھی لکھا تھا کہ بدھ شتر نے عرب دیش کی سیاحت کی تھی۔
مشہور مسلمان سیاح شرف الدین ابن بطوطہ کے سفرنامہ سے اس قول کی تائید ہوتی ہے۔ انہوں نے "عجائب الاسفار" میں جنوبی ہند کے چند ایسے راجوں کا ذکر کیا ہے۔ جو عربی اور فارسی جانتے تھے اور بھی تاریخ میں بہت سے تذکرے ملتے ہیں۔

ان تاریخی حقائق کی بنیاد پر ہم نہایت وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ عربی زبان نے بھارت کے ہر عہد کی مروجہ زبانوں پر اثر ڈالا ہے۔ اگر آج ہم اپنی طرز فکر بدل ڈالیں اور لسانی نزاع پر اس نقطۂ نظر سے غور کرنے لگیں تو یہ "احساس غیریت" جس نے اردو اور ہندی جیسے جھگڑے پیدا کئے ہیں ختم ہو جائے۔

عربی کی قوت نفوذ

عربی زبان میں تاثیر و نفوذ کی جو صلاحیت ہے۔ اس کا اندازہ ہم اچھی ان زندہ زبانوں سے لگا سکتے ہیں۔ جن پر عربی کا اثر نمایاں ہے۔ جیسے سندھی زبان کہ آج صاحب کا رسم الخط بھی عربی ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ جس زبان میں اتنی زبردست قوت پائی جاتی ہو اس کی تاثیر سے بھارت کی قدیم زبانیں محفوظ رہی ہوں۔

اس جگہ یہ یقین کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ عربی زبان سے صرف ہندوستان کی وہی زبانیں متاثر ہوئی ہوں گی جو ہندوستان کے مغربی و جنوبی ساحل پر بولی جاتی تھیں چونکہ یہ تجارت اندرون ملک تک پھیلی ہوئی تھا۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے "تلاش ہند" میں لکھا ہے کہ چندر گپت کے اصطبل میں عربی گھوڑے ہوتے تھے۔ پھر ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ ہندوستان کی کئی مصنوعات۔ جیسے تلواریں، نیزے عرب کو برآمد کی جاتی تھیں۔ اسی طرح عود۔ گول مرچ سوتی کپڑے۔ ململ۔ چھینٹ۔ ریشم۔ نیل۔ شکر۔ ہیرا۔ موتی اور زمرد۔ یہ چیزیں ہندوستان سے عرب کو جاتی تھیں۔ پھر یہی عرب ان اشیاء تجارت کو لے کر مصر اور یورپ کی منڈیوں میں پہنچتے تھے۔

ظہور اسلام

عرب و ہند کے درمیان یہ تجارتی تعلقات تھے۔ کہ عرب میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا۔ جس نے آج کے تلخ ماحول میں پرورش پائی ہے۔ وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ ظہور اسلام کے بعد یہ تعلقات کشیدہ ہو گئے ہوں گے بلکہ ٹوٹ گئے ہوں گے مگر یہ تاریخ کا سراسر غلط مطالعہ ہے حقیقت یہ ہے کہ اس ظہور قدسی کے بعد دونوں عظیم قوموں کے تعلقات میں مزید پختگی و استواری آگئی۔ ہند و مسلم دوستی کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ اس دوستی کی بنیاد اب محض تجارت لین دین اور نفع اندوزی کے جذبات پر نہیں تھی۔ بلکہ اب علم سیاست اور روحانیت کی بنیاد پر بھی یہ تعلقات مستحکم ہو گئے۔ خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مرتبہ ہندوستان کی جاٹ قوم کا نہایت احترام سے ذکر کیا ہے۔ ایک مرتبہ آپ کی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ایک عزیز کا علاج کرانے کے لئے ہندوستانی طبیب کو طلب کیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں آتا ہے کہ انہوں نے جنگ صفین کے موقعہ پر اپنے خزانے کی نگرانی پر جاٹ قوم کو مقرر کیا تھا۔ پھر "عہد بنی امیہ" میں دار الخلافت دمشق میں زیتونی آنکھوں والے ہندوستانیوں کی ایک آبادی قائم ہو گئی تھی۔

عباسی دور خلافت

اسی دور سے باقاعدہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان علوم و فنون کا بھی تبادلہ ہونے لگا۔ بنو امیہ کے بعد جب عنان اقتدار بنی عباس کے ہاتھوں آئی۔ اس عہد میں بڑے وسیع پیمانے پر ان دونوں قوموں نے علوم و فنون کے تبادلہ کا بندوبست کیا۔

یہ سبھوں کو معلوم ہے کہ ظہور اسلام کے بعد عربی قوم ایک نئے جوش اور ولولے کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اس تازہ دم قوم نے زندگی کے تمام میدانوں میں زندہ بیدار مغز اور مردانہ صفات کا اظہار کیا۔ اس کو جب ملکی فتوحات اور جنگی مہمات سے ذرا فراغت ہوئی اب اس کی تجسس طبیعت علوم و فنون کی طرف مائل ہوئی۔ اس وقت ہندوستان اور یونان دو ایسے ممالک تھے جن کے پاس علوم و فنون کا ایک ذخیرہ تھا۔ اس اعتبار سے اہل عرب تہی دست تھے۔ مگر ان میں ہر فن کے قبول کرنے اور اس میں مجتہدانہ بصیرت پیدا کرنے کی صلاحیت موجود تھی۔ اس لئے اس بیدار مغز عربی قوم نے ہند و یونان کی طرف توجہ کی۔ خلیفہ منصور نے ایک ریسرچ انسٹیٹیوٹ قائم کی۔ جس کا نام "بیت الحکمۃ" رکھا گیا۔ اور ہند و یونان کے حکماء کو دعوت دی گئی کہ وہ اس ادارے کو اپنے علوم و فنون سے مستفید کریں۔ اس کے لئے ہندوستان کے بڑے بڑے پنڈتوں کے پاس خلیفۂ عباسی کی طرف سے دعوت نامے آنے لگے۔ منصور کے بعد جب ہارون رشید اور مامون کا زمانہ آیا۔ تو یہ ریسرچ انسٹیٹیوٹ بہت ترقی کر گیا۔ ہر امکہ جو ہندوستانی علوم و حکمت کے بڑے قدردان تھے۔ ان کی سرپرستی نے بھی ہندوستانی پنڈتوں کی بڑی حوصلہ افزائی کی۔ اور سینکڑوں ہندو پنڈت اس ادارے میں اعلیٰ عہدوں پر فائز کئے گئے۔ وہاں بیٹھ کر انہوں نے سنسکرت کی سینکڑوں کتابوں کے عربی میں ترجمے کئے۔ جیسے طب۔ حساب۔ اخلاق و امثال ہر فن پر کتابوں کے ترجمے ہوئے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے عربی ادب، ہندوستانی ادب سے مالا مال ہو گیا۔

ہندوستانی معلومات پر فخر

ہر وہ شخص میرے اس بیان کی تصدیق کرے گا جس نے ان قدیم تعلقات کے موضوع پر کچھ کتابیں پڑھی ہیں۔ بلکہ ہم ترقی کر کے یہ بھی کہنے کی جرأت کرتے ہیں کہ دمشق اور بغداد پر ایک ایسا وقت بھی آیا ہے۔ جب وہاں کے علماء اپنی ان معلومات پر فخر کیا کرتے تھے جو ہندوستان سے متعلق ہوتے تھے۔ عرب کے مشہور انشا پرداز جاحظ نے "کتاب الحیوان" میں ہندوستانی جانوروں کے متعلق اپنی معلومات لکھ کر ہم عصروں پر اپنی فضیلت کا دعویٰ کیا ہے۔ عربی کی متعدد کتابوں سے "فہرست ابن ندیم" وغیرہ میں اس ادارے کے ان ہندو مجبوروں کے نام دیئے گئے ہیں۔ جو وہاں کسی خدمت پر مامور تھے۔ اس ادارے کی سرگرمیوں پر جو بھی نظر ڈالے گا۔ وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو گا کہ عربوں اور ہندوؤں کے درمیان پہلے سے لسانی تعلقات قائم تھے۔ اس لئے کہ تاریخی کتب میں کہیں ان مشکلات کا ذکر نہیں آتا جو دو اجنبی آدمیوں کے ملاپ اور ایک دوسرے کی زبان سے ناواقفیت کی بنا پر پیدا ہوتی ہیں۔ کسی تذکرے میں یہ نہیں آتا کہ عربوں نے کسی سنسکرت "پاٹھ شالا" میں بیٹھ کر سنسکرت یا برج بھاشا سیکھی ہو۔ پھر آخر کیا تھا؟ اس اس جگہ ہم اس کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے کہ ان دونوں قوموں کے درمیان ایک لمبے عرصہ سے میل ملاقات تھی۔ اور وہ ایک دوسرے کی رسم و رواج علوم و حکمت اور زبان سے ایک حد تک واقف تھے۔ میرا یہ قول اس تلخ ماحول میں ناقابل قبول ہو سکتا ہے۔ مگر جو شخص یہ دیکھے گا کہ ہند و عرب کے باشندے کم سے کم تین ہزار سال تک ایک دوسرے کے ساتھ تجارت کرتے رہے ہیں۔ ساتھ ہی وہ یہ بھی دیکھے گا کہ ہندوستان میں کوئی درسگاہ نہیں تھی جہاں عربی زبان کی تعلیم دی جاتی ہو یا عرب میں کوئی ایسی پاٹھ شالا نہیں تھی جہاں زبان سنسکرت پڑھائی جاتی ہو۔ ٹیکسلا، سارناتھ اور نالندہ جہاں بدھ مت عہد میں بڑی بڑی یونیورسٹیاں قائم تھیں۔ ان کے بارے میں یہ بھی بات ابھی تک کسی طرح ثابت نہیں ہو سکی۔ کہ وہاں عربی زبان بھی پڑھائی جاتی ہو۔ اس لئے لامحالہ اب ہمیں ان تعلقات پر نظر ڈالنی پڑتی ہے۔ جنکو تجارتی تعلقات کہتے ہیں اور یہاں ہمیں یہ یقین کرنے کا موقعہ ملتا ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں نے اس تجارتی لین دین کے دوران زبان اور رسم و رواج کا بھی تبادلہ کیا

اس حقیقت کو ان تمام لوگوں نے پالیا ہے۔ جو میل ملاپ اور باہمی تعلقات کے فوائد سے واقف ہیں۔ ہندوستان کے اکثر اکابر نے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔ جیسے مہاتما گاندھی پنڈت جواہر لال نہرو ڈاکٹر راجندر پرشاد اور پنڈت سندر لال الہ آبادی وغیرہ

بلکہ یہاں پہنچکر ہم یہ کہنے کی بھی جرأت کرتے ہیں کہ اس اختلاط و میل ملاپ نے ایک دوسرے کے عقیدے اور روحانی اقدار پر بھی اثر ڈالا۔ اس موضوع پر ڈاکٹر بھگوان داس بنارسی اور ڈاکٹر تارا چند کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

ابن بطوطہ کا یہ بیان بھی اس خیال کو تقویت پہنچاتا ہے کہ انہوں نے سندھ کی عربی عورتوں کو ہندوستانی لباس یعنی ساڑھی استعمال کرتے ہوئے پایا۔

ہندوستان کا اسلامی عہد

پھر جب فتنۂ تاتار کے بعد اسلامی ثقافت پر زوال آیا۔ اس وقت ہندوستان نے مسلمانوں کے لئے اپنی آغوش کھول دی۔ اب ہندو اور مسلمان بغداد کی بجائے دہلی۔ بنارس اور حیدرآباد وغیرہ میں بیٹھ کر علوم و حکمت کا آپس میں تبادلہ کرنے لگے۔ قرآن مجید کا ترجمہ بعد شاہجہاں ہوا۔ اور نہ بھارت کا عربی میں ہندوستان کی دوسری علاقائی زبانوں خصوصاً بنگلہ میں اسلامی دینیات کے کئی ترجمے ہوئے۔ دوسری طرف رامائن گیتا اور اتھروید کے فارسی میں ترجمے کئے گئے۔ اس لحاظ سے مغل اعظم شہنشاہ اکبر اور دارا شکوہ کا زمانہ سنہرا زمانہ کہلاتا ہے۔

اردو زبان

اسلامی ہند کی پوری تاریخ کا مطالعہ کر کے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اس طول و طویل دور میں کوئی وقت ایسا نہیں آیا۔ جب ہندوؤں اور مسلمانوں کا ادب رسم و رواج اور عقیدہ ایک دوسرے سے متاثر نہ ہوا ہو۔ بلکہ اس اختلاط و امتزاج کی شدت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ چند ہی صدیوں کے بعد ہندو اور مسلمان دونوں نے ایک ایسی مشترکہ زبان کی ضرورت محسوس کی جس میں اظہار خیال کی دوسری زبانوں سے زیادہ سہولت و گنجائش ہو۔ اور اس ضرورت کے ماتحت اردو عالم وجود میں آئی۔ جو لوگ لسانی فلسفہ سے واقف نہیں وہ کہتے ہیں کہ اردو زبان کسی مسلم ادارے میں بیٹھ کر بنائی گئی ہے۔ حالانکہ یہ تعریف دنیا کی کسی زبان پر صادق نہیں آتی۔ اردو بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ زبان تو ہادر اردوں اجتماعوں۔ داستان گوئی اور عملی ضرورت کے مطابق نیا نیا روپ اختیار کرتی رہتی ہے۔ یہ وقت کی طبعی رفتار کے مطابق

بنتی ہے۔ اردو زبان کی تاریخ بھی یہی ہے۔ اگر آج ہماری فضا پر فرقہ پرستی کا اثر میرانہ چھایا ہوتا تو ہر شخص دیکھ سکتا کہ اردو زبان ایک خود رو پودے کی طرح ہندوستان کے بازاروں اور اجتماعوں میں پھل پھول رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ ایک لمبے اختلاط اور میل ملاپ کے بعد ان دونوں میں یک جہتی کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا۔ دونوں اپنے معاشرتی اور تفریحی مشاغل پر اپنی ہی طرز سے سوچنے لگے تھے اور ایک ہی طرح اس کو زبان سے ادا کرنا چاہتے تھے۔ وقت کی اسی ضرورت نے اردو زبان کو جنم دیا۔

ہم اس وقت ہندی اور اردو کا جھگڑا چکانے نہیں بیٹھے ہیں ہم صرف یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ آج کل ہندوؤں اور مسلمانوں کو ہر قدم پر جو "احساس غیریت" ستاتا ہے۔ یہ احساس مصنوعی ہے۔ اگر آج ہم میں قومی یک جہتی کی روح پیدا ہو جائے تو ہم اپنے ماضی پر اسی طرح غور کرنا شروع کر دیں گے۔ پھر ہم دیکھیں گے زمانہ ہم کو شر کی طرف نہیں بلکہ خیر کی طرف لے جا رہا ہے۔

دوسرے اختلافات

جب ہم ہندو مسلم اختلافات کے موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں تو ادبی و علمی تعلقات کے علاوہ اور بھی بہت سے مسائل ہمارے سامنے آ کھڑے ہوتے ہیں جیسے مسجد و مندر کا تصفیہ "پیشوایان مذاہب" کا مسئلہ اور گئو کشی کا جھگڑا۔ لیکن خیر یہ مسائل کچھ پرانے سے ہو گئے ہیں بدقسمتی سے اب اس اختلاف نے ایک نئی صورت اختیار کر لی ہے۔ یعنی جنسی تعلقات کا جھگڑا۔ پچھلے چند مہینوں میں ایسے ہی مسئلہ پر کئی جگہ خون ریزیاں ہو چکی ہیں۔ اور خیال ہے کہ زمانے کی لگام جوں جوں ڈھیلی ہوتی جائے گی۔ اور بھی ایسے ایسے مسائل پیدا ہوتے جائیں گے۔ اس لئے اب ہمیں زمانے کی ستم ظریفی سے ہوشیار رہنے کا عزم کر لینا چاہیے۔

مندروں کو مسلمانوں کی جاگیر

اگر اسی جگہ ذرا غور کر کے تحمل سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس وقت جو بڑے بڑے ہندو مسلم فسادات ہو رہے ہیں۔ اس میں ہماری پرانی روایات سے غفلت اور نئی نسل کی غلط تربیت کا بڑا دخل ہے۔ تاریخ کا ہر طالب علم آسانی سے یہ معلوم کر سکتا ہے کہ بھارت میں ہزاروں مندر۔ ایسے ہیں جو اسلامی ہند کے عہد پرانے ہیں۔ کتنے مندر اور گوردوارے ایسے ہیں جن کو مسلمان بادشاہوں نے بڑی بڑی جاگیریں عطا کی ہیں۔ یہ جاگیریں آج تک انہی مندروں کے نام سے لگتی ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ کتنے پنڈت ایسے ہیں جنہیں محض اس بنا پر جاگیریں عطا کی گئی ہیں کہ وہ پوجا پاٹ کرتے ہیں اور مذہبی فریضہ بجا لاتے ہیں۔ اس سے بھی تعجب خیز یہ کہ بہت سے مسلمان بادشاہوں کے ابھی تک ایسے فرمان موجود ہیں۔ جن کے ذریعہ تیرتھ استھانوں اور مذہبی رسوم ادا کرنے کی جگہوں کو ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے کیا تاریخ کا کوئی طالب علم ان "عنایات خسروانہ" سے انکار کر سکتا ہے۔ اسی سے ہم بعض ان حادثوں کی تاویل کر سکتے ہیں۔ جن میں مسجدوں کی طرح مندر بھی شہید ہوئے ہیں جس اورنگ زیب کی طرف مندر شکنی کے واقعات منسوب کئے جاتے ہیں اسی اورنگ زیب نے بیجاپور کی جامع مسجد محض اس بنا پر منہدم کرا دی کہ اس میں مسلمان باغیوں نے پناہ لی تھی۔ اس جنگ اقتدار کا برا ہو کہ اس نے تو معاویہ کو علی سے یزید کو حسین سے اور کورو کو پانڈو سے لڑا دیا۔

مسئلہ گئوکشی

اسی سے ملتا جلتا حال مسئلہ گئوکشی کا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ گائے کا ہماری اقتصادیات سے گہرا تعلق ہے۔ ہندوستان کسانوں اور کاشتکاروں کا ملک کہلاتا ہے۔ یہاں کی ۸۰ فیصدی آبادی زراعت پر گزارہ کرتی ہے۔ ابھی ہماری کھیتی کا طریقہ بھی پرانا ہے۔ جس میں بیلوں کی ہمیشہ ضرورت پڑتی ہے۔ ابھی تک یہاں نسل کشی کا ترقی یافتہ طریقہ بھی جاری نہیں ہوا ہے۔ جس سے ملک میں دودھ اور مویشیوں کی فراوانی ہو۔ ہم یہ دیکھتے آ رہے ہیں۔ کہ جس ملک میں مویشیوں کی نسل ترقی رک جاتی ہے وہاں اس کے ذبیحہ پر پابندی لگا دی جاتی ہے۔ البیرونی نے کتاب الہند میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حجاج نے علاقہ عراق میں بھی گئوکشی کی ممانعت کر دی تھی اتنی دور جانے کی ضرورت بھی نہیں۔ ہمارے پڑوسی ملک پاکستان میں بھی اسی قسم کی پابندی نافذ ہے۔ بلکہ یہاں تو ہفتہ میں دو دن ہر قسم کے مویشی کے ذبیحہ پر سخت پابندی ہے۔

مسلمان بھی اسی ہندوستان میں بستے ہیں۔ انہیں بھی اپنی زراعت اور دودھ کے لئے گائے کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی ہندو کو۔ اس لئے کوئی عاقلانہ مسلمان کبھی گئوکشی پر اصرار نہیں کرے گا بلکہ وہ گئو رکھشا کا اتنا ہی حامی ہوگا جتنا ایک ہندو نظر آتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اسی جگہ ہم حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام بانی جماعت احمدیہ کی اس دعوت کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں جس میں آپ نے ہندو قوم کو مخاطب کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ آؤ ہم گئوکشی سے توبہ اور مویشیوں بیلوں اور اوتاروں کے احترام کا عہد کر لیتے ہیں۔ خدارا آپ بھی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کر لیجئے۔ اگر آج بھی یہ دعوت قبول کر لی جائے تو ہندو مسلم اختلافات کی بنیاد ہی ختم ہو جائے۔

ازدواجی تعلقات اور اشتراکی طرز کی سماج

رہ گیا تیسرا مسئلہ یعنی جنسی تعلقات کے قیام پر ہندو مسلم فساد۔ تو اس کا علاج اس کے سوا اور کیا پیش کیا جا سکتا ہے کہ مخلوط تعلیم خلاف قانون قرار دی جائے اس نازک موقع پر جتنے فسادات ہوئے ہیں۔ وہ قومی عصبیت کا ایک نتیجہ ہے۔ ابھی بھارت کا قومی احساس یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ازدواجی تعلقات قائم ہوں۔ ہم پرانی روایات کی بنا پر ابھی تک اس کو قومی توہین سمجھتے ہیں۔ لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ ہم جس سوشلسٹ طرز کی سماج قائم کرنے کا عہد کر چکے ہیں۔ کیا اس سماج میں ہماری پرانی روایات قائم رہ سکتی ہیں۔ پہلے ملوں اور فیکٹریوں کی طرف سے مزدوروں کو جو کوارٹر دیئے جاتے تھے اس میں یہ خیال رکھا جاتا تھا کہ ایک قوم یا ایک عقیدے کے جتنے مزدور ہیں انہیں ایک جگہ بسایا جائے۔ مگر جب سے اشتراکی طرز کی سماج بنانے کا عہد کیا گیا ہے یہ طریقہ معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اور اب ہر جگہ مزدوروں کی مخلوط آبادی ملتی ہے۔ ایک ہی لائن میں۔ ہندو مسلم بھائی سبھی نظر آئیں گے۔ ظاہر ہے کہ اس مخلوط سماج سے بہت سی مشکلات پیدا ہو رہی ہیں۔ ساتھ ہی قومی جذبات بھی ختم ہو جائیں گی۔ مگر اشتراکی طرز کی سماج کو اس کی کیا پرواہ۔ وہ تو ہندوؤں مسلمانوں اور دوسری قوموں کو ملا کر ایک ہندوستانی قوم تیار کرنا چاہتی ہے۔ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہمارے دستور نے ہر ہندوستانی کو حقوق شہریت میں مساوی قرار دیا ہے۔ پبلک اجتماعوں۔ تفریح گاہوں اور ہوٹلوں میں سبھوں کو داخل ہونے کا مساوی حق ہے۔ اس سماج میں ہندو اور مسلم نام کی نمائش ناپسندیدہ قرار دی گئی ہے۔ جب ہماری منزل مقصود اشتراکی طرز کی سماج ہے پھر قومی عصبیت اور قدیم قومی خصوصیات کا نام لے کر ہندو مسلم فساد برپا کرنے کا کیا فائدہ آج ہندو اور مسلمان مرد و عورت کے درمیان جو جنسی تعلقات قائم ہو جاتے ہیں۔ خواہ وہ کالج میں ہوں یا تفریح گاہوں اور رنگین کلبوں میں۔ اس تعلق کی دعوت تو ہمارا اشتراکی طور کا سماج ہی دے رہا ہے۔ غرض اس سوال کو فرقہ وارانہ رنگ دینا ایک احمقانہ فعل ہے۔ آج ہم تعلیم اور کلچر کا نام لے کر ملک کے اسٹیج پر جو کردار ادا کر رہے ہیں۔ کیا اس کے بعد بھی ہندو مسلم شادی کا سوال باقی رہتا ہے؟

مسئلہ پیشوایان مذاہب

انہی اختلافی مسائل میں ایک مسئلہ پیشوایان مذاہب کا بھی ہے۔ کبھی کبھی اقتدار کے متوالے یہ سوال بھی بڑے زور و شور سے کھڑا کر دیتے ہیں۔ مگر ہم پورے اعتماد سے کہہ سکتے ہیں کہ مسلمان کبھی کسی مذہب کے پیشوا کی توہین پسند نہیں کرے گا۔ قرآن مجید نے تو بتوں کی توہین سے بھی مسلمانوں کو روکا ہے۔ یہ درست ہے کہ ہندوستان میں ایسے مسلمان بھی ہیں جو ہندوؤں کے رشیوں اور منیوں پر ایمان نہیں لاتے۔ مگر اس صورت میں بھی کبھی وہ ان کی توہین کے مرتکب نہیں ہو سکتے۔ افسوس ہے کہ برادران وطن کی طرف سے عمداً یا سہواً کبھی کبھی ایسی بات ہو جاتی ہے۔ جس پر مسلمانوں کو احتجاج کرنا پڑتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ ہندوستان میں ہندو اور مسلمان تیرہ سو سال سے مل جل کر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ مگر برادران وطن کو ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر چھاپنا مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے کیسا ہے۔ اور اس مسئلہ میں مسلمانوں کے جذبات کتنے نازک ہیں۔ اگرچہ اس میں مسلمانوں کی تبلیغی کوتاہی کا بھی دخل ہے۔ دلآزاری یا خود فراموشی کا ایسا ناپسندیدہ واقعہ شاید ہی دنیا کے اور کسی خطے میں رونما ہوتا ہو۔ بہر صورت ہم اس تلخ بار کو قوم کے دل سے محو کر دینا چاہتے ہیں۔ ہم اس جگہ قرآن، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہم کو ہمیشہ پیشوایان مذاہب کی ناقدری سے باز رکھا۔ اس کے بعد ہم اکابر امت کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اپنے قول و فعل سے ہندوؤں کے سامنے ہمیں سربلند رکھا۔

دراصل یہ مسئلہ برادران وطن کے لئے قابل وضاحت ہے کہ وہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم آور اکابر امت کے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ ہندو مذہب میں اسلام یا پیغمبر اسلام کے متعلق کوئی تشریح نہیں پائی جاتی۔

میرا خیال ہے کہ ہندوازم کا نظریہ وحدۃ الوجود یا مسئلہ حلول ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی بنیاد پر ہندو پلیٹ فارم پر سے بھی تمام پیشوایان مذاہب کی تعظیم و احترام کا اعلان کیا جا سکتا ہے۔ اس پر حکماء ہنود کو غور کرنا چاہیئے۔ اگر اس تجویز پر کاربند ہونے کے لئے قدم اٹھایا جائے۔ تو

خطبہ جمعہ

جماعت کے ہر فرد کا فرض ہے کہ وہ اپنی عمر کے لحاظ سے اطفال خدّام یا انصار اللہ کی تنظیموں میں شامل ہو

صرف شامل ہونا کافی نہیں بلکہ اپنے اعمال کو ان مجالس کے اغراض و مقاصد کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرو

اپنے عملی نمونہ کو اسلام کے مطابق بناؤ اور دین کی خدمت کیلئے ہر قسم کی قربانی کرتے چلے جاؤ

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ۔ فرمودہ ۲۲ اگست سنہ ۱۹۴۰ء بمقام قادیان

تشہد و تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

دوستوں کو معلوم ہے کہ میں نے جماعت

کو

تین حصوں میں منظم کرنیکی ہدایت

کی تھی۔ ایک حصہ اطفال احمدیہ کا یعنی پندرہ سال تک کی عمر کے لڑکوں کا۔ ایک حصہ خدام الاحمدیہ کا یعنی سولہ سے چالیس سال تک کی عمر کے نوجوانوں کا اور ایک حصہ انصار اللہ کا جو چالیس سال سے اوپر کے ہوں خواہ کسی عمر کے ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہر وہ نوجوان جو خدام الاحمدیہ میں شامل ہونے کی عمر رکھتا ہے لیکن وہ اس میں شامل نہیں ہوا۔ اس نے ایک قومی جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ اور اگر کوئی شخص ایسا ہے۔ جو چالیس سال سے اوپر کی عمر رکھتا ہے۔ مگر وہ انصار اللہ کی مجلس میں شامل نہیں ہوا تو اس نے بھی ایک قومی جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ اور اگر کوئی بچہ اطفال احمدیہ میں شامل ہونے کی عمر رکھتا تھا۔ اور اس کے ماں باپ نے اسے

اطفال احمدیہ

میں شامل نہیں کیا۔ تو اس کے ماں باپ نے بھی ایک قومی جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ مگر مجھے امید رکھنی چاہیئے۔ کہ ایسے لوگ یا تو بالکل نہیں ہوں گے یا ایسے قلیل ہوں گے کہ ان قلیل کو کسی صورت میں بھی جماعت کے لئے کوئی دھبہ یا

بدنامی کا موجب

قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ قلیل استثنیٰ کبھی جماعت کے لئے بدنامی کا موجب نہیں ہوا کرتے۔ آج ہم صحابہ رضؓ کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اور بسا اوقات کہتے ہیں کہ وہ سب کے سب ایسے تھے۔ حالانکہ ان صحابہ رضؓ کہلانے والوں میں سے بھی بعض لوگ ایسے تھے۔ جن کا نام قرآن کریم میں منافق رکھا گیا ہے۔ پھر ہم کیوں کہتے ہیں کہ سارے صحابی ایسے تھے اور کیوں ان کا نام زبان پر آتے ہی ان کے لئے

ہم دعائیں کرنے لگ جاتے ہیں

اسی لئے کہ منافق نہایت قلیل تھے۔ اور قلیل التعداد ہونے کی وجہ سے وہ کسی شمار میں نہیں آسکتے تھے۔ ایک حسین انسان کسی خفیف سے جسمانی نقص کی وجہ سے مثلاً اگر اس کی انگلی پر مسّہ نکلا ہوا ہو۔ یا فرض کرو اس کی کمر پر کوئی داغ ہو بدصورت نہیں کہلا سکتا۔ اور نہ مسّے یا داغ کی وجہ سے اس کے حسن میں کوئی فرق آسکتا ہے۔ اگر ہم ایسے شخص کو حسین کہیں تو لوگ یہ نہیں کہیں گے کہ تم نے اس بات کا استثنیٰ نہیں کیا۔ کہ اس کی کمر پر داغ ہے۔ یا اس بات کا استثنیٰ نہیں کیا۔ کہ اس کی انگلی کی پشت پر مسّہ نکلا ہوا ہے۔ بے شک مسّہ

ایک نقص ہے

بے شک داغ ایک نقص ہے لیکن ایسے مقام پر مسّے یا داغ کا ہونا جہاں نظر نہ پڑ سکے یا خاص طور پر وہ حسن کو بگاڑ کر نہ رکھ دے۔ حسن کے خلاف نہیں ہوتا۔ ایک شخص جسے سال دو سال میں ایک دو دن کے لئے نزلہ ہو جاتا ہے یا چھینکیں آنے لگ جاتی ہیں۔ اسے لوگ بیمار نہیں کہتے۔ بلکہ تندرست ہی کہتے ہیں۔ اسی طرح اگر کسی جماعت میں

منافقوں کی قلیل تعداد

موجود ہو۔ تو اس قلیل تعداد کی بنا پر وہ خراب نہیں کہلاتی۔ غرض ہم صحابہ رضؓ کو اس لئے اچھا کہتے ہیں۔ کہ باوجود اس کے کہ بعض ظاہر میں صحابہ کہلانے والے ایسے تھے جو منافق تھے۔ پھر بھی منافقوں کی تعداد نہایت قلیل تھی ورنہ ظاہری طور پر جس طرح انصار اور مہاجر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تھے وہ اسی زمانہ میں ایمان لائے جس زمانہ میں صحابہ ایمان لائے۔ انہوں نے بیعت کے وقت وہی کلمات کہے جو صحابہ رضؓ نے کہے۔ اور انہوں نے بھی اسی رنگ میں اظہار عقیدت کیا جس رنگ میں صحابہ رضؓ نے کیا۔ مگر صحابہ رضؓ تو کچھ عرصہ کے بعد اپنے

اخلاص میں اور بھی ترقی کر گئے

لیکن منافق اپنے اخلاص میں کم ہوتے چلے گئے۔ پس کوئی ایسا ظاہری فرق نہیں۔ جس کی بناء پر ایک کو ہم صحابی کہیں اور دوسرے کو نہ کہیں سوائے اس کے کہ ایک نے اپنی منافقت کے اظہار سے بتایا کہ وہ صحابی کہلانے کے مستحق نہیں۔ اور دوسرے نے اپنے ایمان اور اخلاص کے اظہار سے بتا دیا کہ وہ صحابی کہلانے کا مستحق ہے۔ ورنہ ظاہری طور پر منافق بھی نمازوں میں شامل ہوجاتے تھے۔ اور منافق بھی صحابہ رضؓ کے ساتھ جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوتے تھے چنانچہ صریح طور پر

حدیثوں میں آتا ہے

کہ بعض غزوات میں منافق بھی شامل ہوئے غزوۂ تبوک میں بعض ایسے شقی القلب اور منافق لوگ تھے جو آگے بڑھ کر راستہ میں اس لئے چھپ کر بیٹھ گئے تھے۔ کہ اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اکیلے آتے ہوں تو آپ کو قتل کر دیں۔ اور وہ غزوۂ تبوک میں صحابہ رضؓ کی صف میں شامل ہوئے۔ مگر باوجود اس کے صحابہ رضؓ کی تعریف میں کوئی کمی نہیں آتی۔ ان کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا اور ہر مسلمان کا دل

صحابہ رضؓ کی محبت

اور ان کی تعریف سے لبریز ہوتا ہے۔ کیونکہ منافقوں کی تعداد اتنی قلیل اور صحابہ رضؓ کی تعداد اتنی کثیر تھی۔ اور صحابہ رضؓ اپنے اخلاص اور اپنی محبت میں اس قدر بڑھے ہوئے تھے۔ کہ منافق پیٹھ کے پیچھے چھپے ہوئے ایک داغ یا انگلی کے ایک مسّے سے بڑھ کر حیثیت نہیں رکھتے تھے اور ایسا داغ یا مسّہ کسی حسین کے حسن میں کوئی فرق نہیں لایا کرتا۔ پس میں امید کرتا ہوں کہ اس قسم کے لوگ تھوڑے ہوں گے کیونکہ خدا نے ہماری جماعت کو صحابہ رضؓ کے نقش قدم پر بنایا ہے۔ اور یقیناً ہم میں منافقوں کی تعداد اتنی قلیل ہے۔ کہ وہ جماعت کے لئے کبھی صورت میں بدنامی کا موجب نہیں ہو سکتے۔ بے شک میں جماعت کو اور زیادہ پاک کرنے اسے روحانی ترقی کے میدان میں پہلے سے اور زیادہ قدم آگے بڑھانے اور اسے اپنے جسم پر سے معمولی سے معمولی دھبے اور داغ دور کرنے کی ہمیشہ تلقین کیا کرتا ہوں۔ اور جماعت کو اپنے خطبات کے ذریعہ ہمیشہ نصیحت کرتا رہتا ہوں۔ مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ جماعت کے معتدبہ حصہ میں نقص پائے جاتے ہیں یا جماعت ان کمزوروں کی وجہ سے بدنام سمجھی جاسکتی ہے۔ معترضین کی نگاہ میں تو جماعت ہر وقت بدنام ہی ہوتی ہے۔ اور جو شخص اعتراض کرنے پر ایک دفعہ تل جائے وہ بہانے بنا بنا کر اعتراض کیا کرتا ہے۔ مگر ان کی نگاہ میں جماعت کی جو بدنامی ہوتی ہے وہ شرفاء کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ پس جب میں کہتا ہوں کہ جماعت ان لوگوں کی وجہ سے بدنام نہیں ہوسکتی تو

اسکے معنے صرف یہ ہوتے ہیں

کہ شرفاء کے طبقہ میں جماعت بدنام نہیں ہوسکتی ورنہ مخالف کی نگاہ میں تو ہم ہمیشہ بدنام ہی ہیں خواہ ہم میں بعض کمزور افراد ہوں یا نہ ہوں اور درا صل ایسے لوگوں کی نگاہ میں تو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی بدنام ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی بدنام ہیں اور اسی طرح اور تمام انبیاء اور مامورین بدنام ہیں۔ بلکہ انبیاء تو کیا ان کی نگاہ میں خدا تعالیٰ بھی ... ہے۔ تم بڑے بڑے تعلیم یافتہ لوگوں کی ... وہ ہمیشہ اس قسم کے سوالات کرتے ہوئے دکھائی دیں گے کہ خدا نے اس دکھ کی دنیا میں ہمیں کیوں پیدا کیا۔ پھر ... کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ خدا ... وہ بیماریاں پیدا کرتا ہے ... وہ ظلم

کرتا ہے۔ وہ ان پر یاد کرتا ہے۔ غرض لوگ ڈوکہا کرتے ہیں" پانچوں عیب شرعی" مگر ان کے نزدیک سینکڑوں عیب خدا تعالےٰ میں پائے جاتے ہیں اور جن کی نگاہ میں خدا تعالےٰ میں بھی عیب ہی عیب ہوں۔ ان کے نزدیک اس کے انبیاء کب عیوب سے پاک سمجھے جا سکتے ہیں۔

پس میں ایسے شقی القلب لوگوں کا ذکر نہیں کرتا وہ انسانیت سے دور چلے گئے۔ اور

انصاف کا دامن

انہوں نے چھوڑ دیا۔ میں صرف شریف الطبع لوگوں کا ذکر کرتا ہوں۔ اور کہتا ہوں کہ ایسے لوگوں کی نگاہ میں چند منافقوں کے پائے جانے کی وجہ سے ہماری جماعت بدنام نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ دیکھ لو باوجود اس کے کہ ہماری جماعت میں بعض لوگ ایسے موجود ہیں جو سست ہیں پھر بھی غیر احمدی خود یہی کہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ سے بڑھ کر دین کی خدمت کرنے والی اور کوئی جماعت نہیں۔ اسی طرح احمدیوں میں بعض بے نماز بھی ہوتے ہیں مگر وہ یہ نہیں کہتے کہ احمدیوں میں سے ایک یا دو بے نماز ہیں بلکہ لوگوں کا سمجھدار اور شریف الطبع طبقہ یہی کہتا ہے کہ

احمدی بڑے نمازی ہوتے ہیں

اسی طرح سارے احمدی تو با قاعدہ چندہ نہیں دیتے۔ کچھ لوگ سست بھی ہیں۔ مگر تم شریف الطبع لوگوں سے یہی سنوگے کہ احمدی بڑا چندہ دیتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں جماعت کی اکثریت نیکی پر قائم ہے۔ اور وہ بعض افراد کی کمزوری کو دیکھ کر ساری جماعت پر الزام عائد نہیں کرتے۔ مگر وہ لوگ جو اپنے اندر شرافت نہیں رکھتے وہ کسی ایک کمزور احمدی کو دیکھ کر ہی کہنے لگ جاتے ہیں۔ کہ احمدی بے نماز ہیں یا احمدی چندہ دینے میں سست ہیں۔

بیشک ہمارا فرض ہے کہ ہم ایسے لوگوں کا منہ بند کرنے کی کوشش کریں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم جماعت کی ایسی تربیت کریں کہ اس میں ایک شخص بھی ایسا دکھائی نہ دے جو چندہ نہ دیتا ہو۔ اسی طرح ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی جماعت کے تمام افراد کو نماز کا پابند بنائیں۔ اور اس قدر کوشش کریں کہ ایک بھی بے نماز نہ رہے۔ اور اس مقصد کے لئے میں اگر کوئی خطبہ پڑھوں اور جماعت کو بیدار کرنے اور اس کی

قوتِ عملیہ میں حرکت

پیدا کرنے کی کوشش کروں تو یہ کوئی معیوب بات نہیں بلکہ اچھی بات ہے۔ کیونکہ ایک خامی بھی ہم میں کیوں موجود رہے۔ لیکن اس نیکی کو سو فیصدی مکمل کرنے کے لئے ہم اپنی طرف سے جو کوشش کریں۔ اس کے یہ معنے نہیں ہو سکتے کہ ہماری جماعت میں نیکی ہی نہیں نیکی تو موجود ہے۔ مگر اسے تمام پہلوؤں سے مکمل کرنے کے لئے اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ وقتاً فوقتاً بعض کمزور لوگوں کو بیدار کرنے کی کوشش کی جائے۔ غیر احمدیوں سے ہی پوچھ کر دیکھ لو۔ جہاں جہاں احمدی موجود ہیں وہ ان کے متعلق یہی رائے دیں گے کہ احمدی بڑے سچے ہوتے ہیں احمدی بڑے نیک ہوتے ہیں۔ احمدی بڑے نمازی اور خدا تعالےٰ کے دین کے لئے قربانی کرنے والے ہوتے ہیں۔ حالانکہ احمدیوں میں کمزور بھی ہوتے ہیں۔ لیکن شریف الطبع لوگوں کا یہی دستور ہے کہ وہ اکثریت کی نیکی کا ذکر کرتے ہیں اور بعض افراد کی کمزوری کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ پس

میں امید کرتا ہوں

کہ ہماری جماعت کا نمونہ ایسا ہی ہوگا اور جیسا کہ میرے پاس رپورٹیں پہنچ رہی ہیں ان میں سے غالب اکثریت نے اس تنظیم میں اپنے آپ کو شامل کر لیا ہے لیکن میں دوستوں سے یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ محض ظاہری شمولیت کافی نہیں جب تک وہ عملی رنگ میں بھی کوئی کام نہ کریں میں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ اپنے عملی نمونہ سے یہ ثابت کر دیں گے کہ دنیا میں خدا تعالےٰ کی واحد جماعت آپ ہی ہیں

اور یہ ثبوت اسی طرح دیا جا سکتا ہے کہ آپ لوگ اپنے اوقات کی قربانی کریں۔ اپنی جانوں کی قربانی کریں اور خدا تعالےٰ کے دین کی اشاعت اور احمدیت کی ترویج کے لئے دن رات کوشش کرتے رہیں۔ اگر ہم یہ نہیں کرتے اور محض اپنا نام لکھا دینا کافی سمجھتے ہیں تو ہم اپنے عمل سے خدا تعالےٰ کی محبت کا کوئی ثبوت نہیں دیتے۔ پس صرف ان مجالس میں شامل ہونا کافی نہیں بلکہ اپنے اعمال ان مجالس کے اغراض و مقاصد کے مطابق ڈھالنے چاہئیں۔

خدام الاحمدیہ کا فرض ہے

کہ وہ اپنے اعمال سے خدمتِ احمدیت کو ثابت کر دیں۔ انصار اللہ کا فرض ہے کہ وہ اپنے اعمال سے دین اسلام کی نصرت نمایاں طور پر کریں۔ اور اطفال احمدیہ کا فرض ہے کہ ان کے اعمال اور ان کے اقوال تمام کے تمام احمدیت کے قالب میں ڈھلے ہوئے ہوں جس طرح بچہ اپنے باپ کے کمالات کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح وہ احمدیت کے کمالات کو ظاہر کرنے والے ہوں۔ یہی غرض اس نظام کو قائم کرنے کی ہے۔ اور یہی غرض انبیاء کی جماعتوں کے قیام کی ہوا کرتی ہے مگر

مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی

کہ ہماری اس تنظیم سے بعض لوگوں میں ایک بے چینی سی پیدا ہو گئی ہے۔ چنانچہ تھوڑے ہی دن ہوئے کسی اخبار کا ایک مضمون میرے سامنے پیش کیا گیا جس میں اس بات پر بڑے غصے کا اظہار کیا گیا تھا کہ انہوں نے کہا ہے جو شخص خدام الاحمدیہ میں شامل ہونے سے دور بھاگے گا۔ وہ خدام الاحمدیہ سے دور نہیں بھاگے گا بلکہ احمدیت سے دور بھاگے گا۔ کہتے ہیں "ماں سے زیادہ چاہے کٹنی کہلائے"۔ بھلا ان کو احمدیوں سے کیا واسطہ۔ ایک جماعت کا امام ایک نظام کا حکم دیتا ہے۔ اور جماعت والے اس نظام کو قبول کر لیتے ہیں وہ اپنی جماعت سے راضی اور جماعت اپنے امام سے راضی۔ پھر ان کو بیٹھے بٹھائے کیوں پیچ و تاب اٹھنے لگے ہیں۔ میں اگر کسی کو کہتا ہوں کہ اس نے فلاں بات پر عمل نہ کیا تو جماعت سے اس کا کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ تو وہ میری بات کو خوشی سے سنتا اور اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح میں بوجہ جماعت کا امام ہونے کے وہی بات کہہ سکتا ہوں جس میں لوگوں کا فائدہ ہو۔ پھر جبکہ جماعت بھی اپنے فائدہ کو سمجھتی ہوئی ایک بات پر عمل کرتی ہے اور امام بھی وہی بات کہتا ہے جس میں جماعت کا فائدہ ہو تو کسی دوسرے کو اس میں دخل دینے کا کیا حق ہے۔

علاوہ ازیں

یہ بھی تو سوچنا چاہیئے کہ

میں جن کے ساتھ جماعت کا تعلق ہے اگر جماعت کے بعض افراد کو ان کی کوتاہی کو دور کرنے کے لئے کوئی تنبیہہ کرتا ہوں کہ اگر انہوں نے یہ عمل نہ کیا تو وہ ہماری جماعت میں نہیں رہیں گے۔ تو اس پر انہیں تو بجائے ناراض ہونے کے خوش ہونا چاہیئے کہ اب جماعت کم ہو جائے گی مگر ہوا یہ کہ وہ مخالفت میں اور بھی بڑھ گئے

میں نے جیسا کہ ابھی کہا ہے

جماعت کی اصلاح کو مدنظر رکھتے ہوئے

کہا تھا کہ اگر وہ خدام الاحمدیہ یا دوسری مجالس میں شامل نہ ہوئے تو ان کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں رہے گا اور انہیں جماعت سے الگ سمجھا جائے گا۔ یہ فقرہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کشتی نوح میں فرماتے ہیں کہ جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ جو شخص بد زبانی کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں اور جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ اب اس کے یہ معنے نہیں کہ جو شخص بھی ایسا ہوگا اُسے ہم اپنی جماعت سے نکال دیں گے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسے شخص کا میرے ساتھ کوئی حقیقی تعلق نہیں ہوگا۔ پھر یہ عجیب بات ہے کہ کبھی تو ان کی طرف سے

یہ اعتراض ہوتا ہے

کہ یہ عجیب پیری مریدی ہے کہ مرید کے عقیدے کچھ ہوں اور پیر کے عقیدے کچھ اور اس کی بناء یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں میاں صاحب نے اس امر کی اجازت دے رکھی ہے کہ میرے خلاف عقیدہ رکھ کر بھی ایک شخص بیعت میں شامل ہو سکتا ہے اور کبھی یہ اعتراض کر دیتے ہیں کہ اگر کوئی ایک بات بھی نہیں مانتا تو اسے جماعت سے نکال دیتے ہیں اور اس وقت حریت اور آزادیٔ ضمیر کی کوئی پرواہ نہیں کرتے جو اسلام نے ہر مومن کو دے رکھی ہے حالانکہ اگر یہ اعتراض درست ہے کہ ہماری جماعت میں

حریت اور آزادیٔ ضمیر

کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی تو وہ اعتراض کیوں کیا تھا کہ اس جماعت میں پیر کے عقیدے کچھ ہیں اور مریدوں کے عقیدے کچھ اور۔ اختلاف رکھنے کے باوجود لوگوں کو بیعت میں شامل کر لیا جاتا ہے۔ اور اگر یہ درست ہے کہ بعض باتوں میں اختلاف رکھتے ہوئے بھی ایک شخص ہمارے نظام میں شامل رہ سکتا ہے۔ تو اس اعتراض کے معنے کیا ہوئے کہ حریت اور آزادیٔ ضمیر کو کچل دیا گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے

کو نظام کی درستی کے لئے اتحادِ خیالات کا ایک دائرہ ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک اختلاف بڑا نظر آئے لیکن اگر وہ کسی فتنے کا موجب نہ ہو تو اُس اختلاف رکھنے والے کو جماعت میں شامل ہونے کی اجازت دے دی جائے گی۔ لیکن ایک دوسرا شخص خواہ اس سے کم اختلاف رکھتا ہو لیکن اس کا اختلاف کسی فتنے کا موجب ہو تو اُسے جماعت سے نکال دیا جائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک دفعہ ایک دوست نے پوچھا کہ میں ابھی شیعیت سے نکل کر آیا ہوں اور حضرت علیؓ کو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے افضل سمجھتا ہوں۔ پس کیا اس عقیدہ کے ہوتے ہوئے میں آپ کی بیعت کر سکتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں لکھا کہ آپ بیعت کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دفعہ چند آدمیوں کو قادیان سے باہر چلے جانے کا حکم دے دیا اور اُن کے بارہ میں اشتہار بھی شائع کیا گیا

وجہ صرف یہ تھی

کہ وہ بنجوقتہ نماز میں حاضر نہیں ہوتے تھے۔ اور بعض ایسے تھے کہ ان کی مجلسوں میں حقہ نوشی اور فضول گوئی کا شغل رہتا تھا (تبلیغِ رسالت جلد ہفتم صفحہ ۴۲)

اب بتاؤ حضرت علیؓ کو حضرت ابوبکرؓ سے افضل سمجھنے اور حقہ پینے میں سے کونسی بات بڑی ہے۔ لازماً ہر شخص یہی کہے گا کہ حضرت علیؓ کو حضرت ابوبکرؓ سے افضل سمجھنا بڑی بات ہے اور حقہ پینا چھوٹی بات ہے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک بڑا اختلاف رکھنے کے باوجود ایک شخص کو اپنی بیعت کی اجازت دے دی اور حقہ پینے اور ہنسی ٹھٹھا میں مشغول رہنے پر دوسروں کو مرکز سے چلے جانے کی ہدایت فرمائی حالانکہ ایک دعوت کے موقع پر خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا انتظام کیا تھا۔ چنانچہ ترکوں کا سفیر حسین کامی جب قادیان میں آیا اور اس کے لئے دعوت کا انتظام کیا گیا۔ تو جماعت کے خرچ پر اس کے لئے سگار اور سگرٹ منگوائے گئے۔ میں اس وقت چھوٹا تھا مگر

مجھے خوب یاد ہے

کہ ایک مجلس میں مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم نے ذکر کیا کہ یہ لوگ سگریٹ کے عادی ہوتے ہیں۔ اگر ہم نے کوئی انتظام نہ کیا تو اسے "تکلیف" ہوگی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔ اس کے لئے سگریٹ منگوا لئے جائیں۔ کیونکہ یہ ایسی حرام چیزوں میں سے نہیں۔ جیسے شراب وغیرہ ہوتی ہے پس آپؑ نے وہ چیز جو اس قسم کی حرمت نہیں رکھتی۔ جیسے شراب اپنے اندر حرمت رکھتی ہے استعمال کرنے پر تو ایک شخص کو جماعت سے خارج کر دیا۔ اور وہ جس نے یہ کہا تھا کہ میں حضرت ابوبکرؓ سے حضرت علیؓ کو افضل سمجھتا ہوں۔ باوجود اس کے کہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنا عقیدہ

یہ تھا کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت علیؓ سے افضل ہیں اسے بیعت کرنے کی اجازت دے دی۔

درحقیقت بعض باتیں دقتی فتنہ کے لحاظ سے بڑی ہوتی ہیں۔ حالانکہ وہ اصل میں چھوٹی ہوتی ہیں۔ اور بعض باتیں دقتی فتنہ کے لحاظ سے چھوٹی ہوتی ہیں۔ حالانکہ اصل میں بڑی ہوتی ہیں۔ پس دقتی فتنہ کے لحاظ سے کبھی بڑی بات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اور چھوٹی بات پر ایکشن لے لیا جاتا ہے۔ مگر ان لوگوں نے کبھی عقل سے کام نہیں لیا۔ ان کا مقصد صرف اعتراض کرنا ہوتا ہے۔

لیکن میں کہتا ہوں اگر وہ ہماری اس تنظیم کو دیکھ کر بُرا مناتے ہیں۔ تو تم انہیں بُرا منانے دو۔ اور خود

سلسلہ کے لئے ہر قسم کی قربانیوں

میں بڑھتے چلے جاؤ۔ خدا تعالیٰ تم سے یہ کبھی نہیں کہے گا کہ تم نے ان کا دل کیوں رکھا۔ بلکہ وہ تم پر خوش ہوگا اور تمہیں ثواب دے گا۔ بیشک ہم چاہتے ہیں کہ وہ حسد کی آگ میں نہ جلیں بلکہ جس جنت کے ہم وارث ہیں اُسی کے وہ بھی وارث بن جائیں لیکن اگر انہیں اس جنت میں داخل ہونے کی توفیق نہیں تو گو ہم پھر بھی یہی دعا کریں گے کہ

خدا انہیں ایمان نصیب کرے

لیکن اگر انہیں ایمان نصیب نہ ہو تو ہم ان کے لئے اپنا ایمان چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔

(الفضل ۱۳ ستمبر ۱۹۶۱ء)

درخواست دعا میرے خالو زاد بھائی ماسٹر غلام رسول بٹ رشی نگر تین ماہ سے بیمار ہیں اللہ سرینگر ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ احباب جماعت صحابہ کرام لندن درویشان قادیان سے موصوف کی کامل شفایابی کیلئے موصوف کی درخواست ہے۔ خاکسار شیخ عبد الحلیم آنسوری حال کلکتہ حافظ الٰہی ادویہ کلکتہ۔

ہندو مسلم اتحاد (بقیہ صفحہ ۶)

جماعت احمدیہ اس باب میں جماعت احمدیہ کی جو پالیسی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہے وہ محتاج تعارف نہیں۔ جماعت احمدیہ عقیدے کی پوری شدت کے ساتھ تمام بیشرِ ادیان مذاہب کی تعظیم و احترام کا عہد کر چکی ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام بانی جماعت احمدیہ نے نہایت واضح اور شاندار الفاظ میں سری کرشن چندر جی مہاراج کی نبوت کا اعتراف کیا ہے۔

ہمارا یہ کہنا کہ ہم ماضی کو حال و استقبال پر ترجیح دینے کے قائل نہیں نہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ زمانہ خیر کی بجائے شر کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اوپر کی سطور سے اس کی تائید ہو جاتی ہے۔ ہم اس اشتراکی اور ایٹمی دور سے پہلے زندگی کی بہت سی اقدار دریافت کر چکے تھے۔ اور انہیں پر ہماری زندگی کی عمارت قائم تھی۔ مگر اب تحقیق اور تنقید کے ترقی یافتہ فن نے ہمیں ان اقدار زندگی پر نظر ثانی کرنے کی دعوت دی ہے۔ اس تعمیری کام میں وہ لوگ بھی حصہ لے رہے ہیں۔ جن کو قومی یک جہتی مساوات اور پر امن خیریت کے تقاضوں سے بھی اختلاف ہے۔ ہم اس وقت بدی کی ان طاقتوں سے پنجہ آزمائی کر رہے ہیں۔ دنیا کی ہر زندہ قوم کو ہر چند صدیوں کے بعد ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ یہی وقت ہوتا ہے کہ حقیقت پسند تمام طاقتوں کو پیچھے دھکیل کر خود آگے نکل جاتے ہیں۔ مہاتما گاندھی جی کا یہ قول کتنا بصیرت افروز ہے کہ

> مجھے ذرا بھی شبہ نہیں کہ ایک دن تو ہمارے دل ضرور مل جائیں گے۔ آج جو بات ناممکن معلوم ہوتی ہے۔ اس کو خدا کل ممکن بنا دے گا۔ اسی دن کے لئے میں کام کرتا ہوں۔ زندہ ہوں اور دُرست بدعا ہوں۔
>
> (ہریجن ۷ اکتوبر ۱۹۳۹ء)

ہندو اکابر کے اقوال میں اب ذیل میں ان امور کے متعلق ہندو اکابر کے چند اقوال درج کرتا ہوں۔ مہاتما گاندھی جی فرماتے ہیں

> اہنسا
>
> میں اس بات کا دعوے کرتا ہوں کہ میں نے ایک بے غرض طالب علم کی طرح پیغمبر اسلام کی زندگی اور قرآن کا مطالعہ کیا ہے۔ اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ قرآن کی تعلیمات کے اصول اہنسا کے بالکل موافق ہیں (ینگ انڈیا ۲۲ نومبر ۱۹۲۰ء)
>
> گئو رکھشا
>
> گائے کی حفاظت کا طریقہ اس کے لئے مر جانا ہے۔ گائے کو بچانے کے لئے کسی انسان کو قتل کرنا ہندو دھرم اور اہنسا کا منکر ہونا ہے۔
>
> (ینگ انڈیا ۲۸ جولائی ۱۹۲۱ء)

اب صدر ہند راجندر پرشاد کا حوالہ پڑھئے۔ آپ مندروں اور ان کے اوقاف کے متعلق لکھتے ہیں کہ

> عمل کی دنیا میں بے شمار مثالیں اس بات کی پیش کی جا سکتی ہیں۔ جن میں مسلمان بادشاہوں نے ہندوؤں کے مندروں اور مٹھوں پر نذریں چڑھائیں اور بہت سے ہندوؤں اور ہندی علوم کے عالم پنڈتوں کو جاگیریں عطا کیں۔ کیا اچھا ہوتا اگر کوئی محقق اس قسم کے اوقاف اور جاگیروں کی ایک مکمل فہرست ایک جگہ جمع کر دیتا جو مسلم بادشاہوں نے ہندو مندروں اور خانقاہوں کو دی تھیں۔ اُسی طرح جس طرح ان عبادت گاہوں کی فہرست بنائی گئی ہے جن کو انہوں نے تباہ و برباد کیا۔
>
> (ہندوستان کا مستقبل۔ باب مذہب)

ہمارے سامنے اس قسم کے سینکڑوں اقوال ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو اکابر ہندوستانی قوم کو نیکی کی طرف بڑھانا چاہتے ہیں۔ میں نے اپنی کتاب "ہندو مسلم اتحاد" میں اس قسم کے بیسیوں اقوال درج کئے ہیں اور ہر مسئلہ کے متعلقات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ مامور وقت کی روحانی توجہ اور اکابر ہند کی متحدہ کوششوں سے ایک ایسا وقت آئے گا جب ہم اپنے دستور پر بجا طور پر فخر محسوس کریں گے۔ اور دیویوں اور دیوتاؤں کے اس ملک میں پریم و محبت کا ایک ایسا پیڑ پھلے پھولے گا جس کے سائے۔ اور راحت بخش پھل سے ملک کا ہر باشندہ مساوی طور پر مستفید ہوگا۔

منقولات

سیرت کے جلسے

سیرت کے جلسے ہر سال ہوتے ہیں اور ہر جگہ ہوتے ہیں اور مسلمان ان میں بڑے ذوق و شوق سے حصہ لیتے ہیں۔ لیکن بانیان جلسوں کی یہ ادا ہمیں سخت ناپسند ہے کہ جب تک کوئی وزیر اس کا افتتاح نہ کرے یا اس کی صدارت نہ فرمائے۔ جلسہ کو کامیاب نہیں سمجھا جاتا۔ اگر کوئی وزیر شریک ہونا چاہتا ہے تو وہ امت کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے شریک ہو۔ اگر وہ غیر مسلم ہے تو وہ شریک ہو کر اس پیغام کو سنے۔ جو خدا کی توحید سے شروع ہو کر انسانی مساوات پر ختم ہوتا ہے اور انسانی قدروں کا مینارۂ روشن کرتا ہے۔ جلتی اور سیاسی کانفرنسوں میں تو حکمراں طبقہ کو باصرار مدعو کیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ کسی عمارت کا سنگِ بنیاد رکھنے کے لئے بھی ایک عدد وزیر کی ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن سیرت کے جلسوں کو تو اس مرعوبیت سے پاک رکھنا چاہیئے۔ اس مشورہ کی بنیاد یہ ہے کہ وزراء کے لئے بہت کام ہوتے ہیں۔ اگر انہیں ایسے جلسوں میں مدعو کیا جائے گا۔ تو وہ مروت کی خاطر قبول کر لیں گے۔ ورنہ ان کا دل نہ چاہے گا کہ وہ سیرت کے جلسوں میں شریک ہو کر اپنا قیمتی وقت ضائع کریں۔ البتہ کوئی مسلمان وزیر اگر عقیدت کے ساتھ شریک ہونا چاہے تو اسے یہ خیال نہ ہو گا کہ وہ اپنا وقت ضائع کر رہا ہے۔

غیر مسلموں کی تقریریں

دوسری بات جو ہمیں سیرت کے جلسوں کے سلسلہ میں ہمیشہ کھٹکتی ہے وہ یہ ہے کہ ہر جلسہ میں کسی غیر مسلم سے ضرور تقریر کرائی جاتی ہے اور اس کا نام پیشتر سے اشتہارات میں نکال دیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ سیرت کے موضوع پر جو بھی غیر مسلم تقریر کرے گا وہ حضور کے محاسن اور آپ کے شاندار کارناموں کو زیر بحث دے گا اگر وہ واقعی حضور کے انقلابی پیغام سے ایسا ہی متاثر ہے جیسا کہ اس کی تقریر سے ظاہر ہوتا ہے تو پھر اسے غیر مسلم قرار دینا بہت بڑی نیا دتی ہوگی۔ لیکن وہ اگر اس کے باوجود غیر مسلم کا غیر مسلم ہی رہتا ہے۔ تو وہ حضور کے بارے میں جو خیال ظاہر کرتا ہے اس کا مصرف کیا ہوگا؟ کیا مسلمانوں کو خوش کرنا؟ مگر اسلام کی روح اس ظاہری مروت کی روادار نہیں۔ اسلام قول و عمل میں یکسانیت چاہتا ہے۔ ایسی بات نہیں چاہتا ہے جس کا ساتھ زبان اور قلب نہ دے سکے۔

آپس کا میل جول

آپ یہ نہ سمجھئے کہ ہم مختلف طبقات میں میل جول اور ایک دوسرے کی خوشی اور غمی میں شریک ہونا پسند نہیں کرتے۔ مفاہمت اور خیر سگالی کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ ہندو مسلمان ایک دوسرے کی خوشی میں شریک ہوں۔ مگر ہم چاہتے ہیں کہ اس قسم کی شرکت کو تبادلۂ خیال کا ذریعہ بنایا جائے۔ اور جب کسی غیر مسلم کو مدعو کیا جائے تو انہیں اجازت دی جائے کہ اگر اسے اسلام پر علمی تنقید کرنی ہو تو وہ شوق سے کرے اور دل کی کوئی بات نہ چھپائے۔ یعنی غیر مسلموں کو یہ احساس کرایا جائے کہ وہ اسلام پر اظہار رائے کرنے میں پوری طرح آزاد ہیں۔ انہیں مجبور نہیں کیا جاتا کہ وہ مسلمانوں کو خوش کرنے کے لئے میٹھی میٹھی باتیں کریں۔ اور انہیں اسلام قبول کرنے سے جو بات روک رہی ہے۔ اس کا اظہار برملا کریں۔ چنانچہ دہلی کے جلسہ سیرت میں ہندوستان کے مشہور مورخ ڈاکٹر تارا چند نے اپنی تقریر میں اسلام کے بارے میں کچھ ایسی باتیں کہیں جو بعض لوگوں کو ناگوار تو ضرور معلوم ہوئی ہونگی۔ مگر انہوں نے شبہات کا اظہار کر کے اپنا علمی فرض فرض ادا کر دیا۔ ہمیں اس صاف گوئی کی قدر کرنی چاہیئے تاکہ سمجھنے اور سمجھانے کے طریقہ سے وہ باتیں صاف ہو جائیں۔ جو عام لوگوں کو کھٹکتی رہتی ہیں۔

ہر دور کا معیار

جہاں تک سمجھنے سمجھانے کا تعلق ہے ہر زمانہ کا مزاج بالکل مختلف ہوتا ہے۔ مذہب کو جانچنے کا معیار ہزار سال پہلے کچھ اور تھا، جو پانچ سو سال بعد بالکل بدل گیا اور اب پانچ سو سال پہلے کا معیار بھی سرد خانہ کی نذر ہو گیا ہے۔ آج کا دور صنعتی اور اقتصادی ہے اور مذہب کی سچائی کو بھی اسی معیار پر جانچا جاتا ہے مثال کے طور پر اب نماز پر یہ اعتراض نہیں ہوتا کہ عبادت کا یہ مخصوص طریقہ کیوں اختیار کیا گیا بلکہ لوگ سمجھنا چاہتے ہیں کہ اس صنعتی دور میں جبکہ انسان کا ایک ایک منٹ قیمتی ہے۔ پانچ وقت کی نمازوں میں وقت کیوں ضائع کیا جاتا ہے؟ روزانہ پانچ وقت اگر عبادت کی نذر کر دیئے جائیں تو معاشی نظام پر اس کا اثر بہت ناگوار ہو گا۔ آج تو مزدوروں کی ہڑتالوں کا حساب بھی لگایا جاتا ہے۔ اور اعداد و شمار سے ثابت کیا جاتا ہے کہ ایک ماہ کی ہڑتالوں سے صنعتی پیداوار پر کیا اثر پڑا اور انسانی طاقت کس حد تک ضائع ہوئی یہی حال رمضان المبارک کے روزوں کا ہے۔ اور روزہ بھی اقتصادی معیار پر جانچا جاتا ہے۔ یعنی جو لوگ روزہ رکھتے ہیں ان کے کام کی رفتار دھیمی پڑ جاتی ہے اور وہ کام کے نصف اوقات آرام کرنے میں بسر کر دیتے ہیں۔ اور اس کا اثر ملک کی پیداوار پر پڑتا ہے اور قومی معیشت کی مقدار کم ہو جاتی ہے ہمیں ان باتوں سے گھبرانا نہیں چاہیئے اسلام کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہر دور کی ترقی سے آگے رہتا ہے اور ہر زمانہ کے معیار پر پورا اترتا ہے۔ جو لوگ اقتصادی معیار پر اسلام کو جانچنا چاہتے ہیں انہیں اس کی اجازت ہونی چاہیئے اور ہمیں ہر معیار کا خیر مقدم کرنا چاہیئے۔

(الجمعیۃ دہلی ۱۰/۹/۶۱)

پونچھ میں جنم اشٹمی کی تقریب۔ احمدی دوستوں کی تقاریر اور نظم خوانی

مقامی ہندو بھائیوں کی طرف سے جنم اشٹمی کا مقدس تہوار اس سال بتاریخ ۴ ستمبر خاص اہتمام سے منایا گیا۔ تاریخ مقررہ سے دو روز قبل خاکسار کو سکھدیو سناتن مہاتنک سبھا کی طرف سے دعوتی رقعہ ملا۔ اور مشتہرہ پروگرام میں میرے لئے چار بج کر دس منٹ پر تقریر کا وقت مقرر تھا۔ چنانچہ خاکسار معیت مکرم بابو محمد یوسف صاحب پراونشل امیر گیتا بھون میں حاضر ہوا۔ اسی جگہ جلسہ عام کا انعقاد عمل میں آ رہا تھا ادھر سے اسی روز سری گورو سنگھ سبھا پونچھ کی طرف سے بھی خاکسار اور مکرم بابو صاحب موصوف کو الگ الگ خطوط کے ذریعہ ساڑھے ۸ بجے شام کو شمولیت جلسہ کے لئے مدعو کیا تھا گیتا بھون میں میری تقریر کے متعینہ وقت پر شری ڈاکٹر لال صاحب نے سامعین سے میرا تعارف کرایا۔ اور مجھے سٹیج پر مدعو کیا۔ مشتہرہ پروگرام کے مطابق مقررین حضرات کی کثرت اور وقت کی قلت کے مدنظر میں نے کل دس منٹ ہی بولنا تھا۔ چنانچہ راقم نے حدیث دیلمی کان فی الھند نبیًا الخ کی مختصر تشریح کے ساتھ ہی اس حدیث کے لفظ "کاھنًا" پر علماء کی غلط تنقیحات یعنے کاہن کے معنے جادوگر ہیں اور یہ حدیث کرشن جی پر صادق نہیں آتی وغیرہ پر بحث کرتے ہوئے حضرت مرزا مظہر جان جاناں رح کی کتاب ارشاد رحمانی اور مکتوبات مجدد الف ثانی رح کے ارشادات سے ان لوگوں کے استدلال کو غلط ثابت کیا اور بتایا کہ یہ حدیث قرآن پاک کی آیات کی روشنی میں حضرت کرشن علیہ السلام پر ہی صادق آتی ہے۔ اس کے بعد خاکسار نے اپنی ایک نظم سنائی جو اس موقع کے لئے نئی کہی گئی تھی۔ چنانچہ اُسے سامعین نے بہت پسند کیا۔

گیتا بھون میں شام کی کیرتن منڈلی کے پروگرام میں مکرم بابو محمد یوسف صاحب نے دس منٹ وقت سے کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو اقتباسات در بارہ ہندو مسلم اتحاد پڑھ کر سنائے۔ اور باہمی ملنساری کے عنوان سے ایک نظم بھی پڑھ کر سنائی۔

ادھر خاکسار بھی حسب دعوت گورو دوارہ کے جلسہ عام میں حاضر ہوا۔ جہاں خاکسار نے تقریبًا ۲۰ منٹ تک سری کرشن جی مہاراج کی سوانح پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحقیق و تصدیق اور گیتا کے شلوکوں کی روشنی میں تقریر کی۔ جسے سامعین نے بہت پسند کیا۔ آخر پر مکرم بابو صاحب نے بھی نوجوانوں کی اصلاح اور بلندی اخلاق کے مضمون پر مشتمل ایک نظم سنائی۔ الحمد للہ کہ ہم دونوں کو ہندو بھائیوں کی اس مذہبی تقریب میں شمولیت اور باہمی خوشگوار تعلقات کا عملی ثبوت بہم پہنچانے کی توفیق ملی۔ خدا تعالیٰ نے ہماری ان کوششوں کو اپنی رضا اور اپنے ہموطنوں کی محبت کا موجب بنائے۔ آمین۔

خاکسار خواجہ محمد صدیق خانی صدر جماعت احمدیہ پونچھ

مندرجہ ذیل احباب کا چندہ اخبار بدر ماہ ستمبر ۱۹۶۱ء میں ختم ہے

۱۷۰۵ - مکرمی محمد شمس الدین صاحب کلکتہ ۱۴
۱۷۰۷ ,, انچارج صاحب آڈٹ ڈیڈ کلکتہ ۱
۱۴۸۹ ,, سیٹھ غلام قادر صاحب شرق سکندر آباد
۱۵۷۲ ,, شیخ نبی اسمٰعیل صاحب ہوبھنڈار
۱۷۹۱ ,, محمد صاحبداد خان صاحب کانپور
۱۹۵۴ ,, ایم سلیمان صاحب بمبئی ۸
۱۵۸۷ ,, ڈاکٹر محمد لطیف صاحب بے پور
۱۴۵۳ - ایم کریم خان صاحب خونگہ
۱۵۸۸ ,, سید مدار صاحب ,,
۱۱۲۳ ,, احمد نبی صاحب بہوری
۱۹۲۴ ,, منشی فیروز الدین صاحب جموں
۱۵۸۴ ,, ارمان علی خان صاحب احمد آباد
۲۰۰۷ ,, محمد عثمان نور صاحب جاجپور
[illegible] ,, ڈاکٹر محمود عالم صاحب بیتیال پور
۱۵۹۱ ,, داؤد احمد صاحب عرفانی وارنگل
۱۷۰۶ ,, محمد ابراہیم صاحب سنواہ
۱۶۰۶ ,, کابس اسلام صاحب پوری
۱۳۹۲ ,, مظہر احمد صاحب پال رانچی
۱۵۴۴ ,, ایس-ایم احمد صاحب ایڈووکیٹ رانچی
۱۵۹۵ مکرمہ مسز محمد صاحب مدراس ۲
۱۵۵۲ مکرمی مرزا امیر بیگ صاحب فیض آباد
۱۹۳۷ ,, مسز احمد خان صاحب صالح نگر
۱۱۲ ,, بابو محمد یوسف صاحب جموں
۱۸۰۶ ,, عبدالحمید صاحب سوپور
۲۰۴۲ ,, مظفر احمد صاحب سرینگر
۲۰۴۳ ,, حاجی کریم صاحب شاہ آباد
۲۰۴۴ ,, محمد عبدالرشید صاحب عادل آباد
۲۰۴۵ مکرمہ صاحبہ بیگم صاحبہ حیدر آباد ۲۴
۲۰۰۵ ,, ایس - زیب النساء صاحبہ میو بنگلور
۲۰۲۱ مکرمی سیکرٹری صاحب مسلم کلب مظفر پور
۲۴۷ ,, مبشر احمد صاحب اسپٹ
۲۰۷۹ ,, بشیر احمد صاحب درگوری

چندہ کنڈ نولد

مختلف مقامات پر سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کامیاب جلسے

مدراس

مورخہ ۲۵ راگست بعد نماز جمعہ ... مکہ سنٹر میں خاکسار کی صدارت میں سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم کا جلسہ منعقد ہوا۔ جلسہ کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ سب سے پہلی تقریر مکرم مرزا عبدالعزیز بیگ صاحب نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اندازِ تبلیغ کے موضوع پر کی۔ دوران تقریر میں آپ نے بتایا کہ اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے۔ اور آنحضرت صلعم مبلغ اعظم تھے آنحضرت نے عوام سے لے کر بادشاہوں تک کو تبلیغ کی۔ اُن کے نام تبلیغی خطوط ارسال فرمائے۔ قیصر روم۔ کسریٰ ایران اور شاہ حبشہ کو لکھے گئے خطوط کی عبارتیں بھی سنائیں۔ بعد از اں جناب جمال الدین صاحب مالاباری نے تامل زبان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا "اُسوۂ حسنہ" کے موضوع پر تقریر کی۔ آپ نے تحریک فرمائی۔ کہ ہم احمدیوں کو اپنی عملی زندگی کو حضور صلعم کے اُسوہ حسنہ کے مطابق بنانا چاہیئے۔

تیسری تقریر مکرم سید محمد عبداللہ صاحب نے آنحضرت صلعم سراج منیر ہیں کے عنوان پر کی۔ اور بتایا کہ جس طرح سورج تو اپنا اثر ڈال رہا ہے۔ مگر جو چیز اس سے اثر پذیر ہونے کی صلاحیت رکھے گی۔ وہ اُس کے اثرات سے فائدہ اُٹھائے گی۔ اسی طرح روحانی دنیا میں جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان روحانی سے اثر پذیر ہونے کی صلاحیت رکھے گا یا پیدا کرے گا وہی آنحضرت صلعم کی برکات روحانی سے متمتع ہو سکے گا۔

آخری تقریر مکرم نوجوان حسن کی تھی۔ آپ نے آنحضرت صلعم کے روحانی فیضان کے اجراء کو اختصار سے بیان کیا۔ اور بتایا کہ اب بھی اس وقت میں حضور صلعم کے فیض روحانی کی برکت سے دیگر روحانی مراتب کے علاوہ مقام نبوت حاصل ہو سکتا ہے۔

بالآخر خاکسار نے جملہ تقاریر پر ایک مختصر سا ریویو کرتے ہوئے بتایا کہ زندہ قومیں اپنی تاریخ کو یاد رکھتی اور بزرگان کے کردار و عمل کو بار بار قوم کے سامنے پیش کرتی رہتی ہیں۔ تاکہ آنے والی نسلوں میں زندگی کی روح اور ترقی و مسابقت کا ولولہ قائم رہے۔ جماعت احمدیہ اسی پاکیزہ غرض کے پیش نظر ایسے جلسے منعقد کرتی ہے۔ جماعت احمدیہ کے قیام کا مقصد خدمتِ دین محمدی اور اشاعتِ اسلام حقیقی ہے۔ جلسہ بعد دعا اختتام پذیر ہوا۔

(شریف احمد امینی مبلغ سلسلہ احمدیہ)

پینگاڈی

۲۵ راگست کو خاکسار کی زیر صدارت جلسہ سیرۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن پاک و نظم کے بعد مکرم مولوی محمد عمر صاحب نے نہایت احسن پیرایہ میں حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر روشنی ڈالی۔ ازاں بعد ایک ہندو دوست ... کے منشی نے بھی آنحضرت صلعم کے حالات پر تقریر فرمائی۔ جو خصوصیت سے پسند کی گئی۔ علاوہ ازیں عبد الرحمن صاحب نے بھی تقریر کی۔ جلسہ کی کارروائی دعا کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔

(ابو الوفاء مبلغ سلسلہ احمدیہ)

صالح نگر

مورخہ ۲۵ راگست کو زیر صدارت اجمیری صاحب جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد ہوا۔ جس کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے کیا گیا۔ بعد ازاں مکرم محمد رشید صاحب سیکرٹری دعوت و تبلیغ ماسٹر رحیم عباس صاحب اور خاکسار نے علی الترتیب اپنی تقاریر میں حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر روشنی ڈالی۔

(پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ صالح نگر)

سری کاکولم

یہاں پر جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم مورخہ ۲۵ راگست کو ۹ بجے رات کو منعقد ہوا۔ میں نے ۱ گھنٹہ تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبادات پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ اور بہت سے غیر احمدی احباب نے بھی جلسہ میں شرکت فرمائی۔

(سید بدر الدین معلم وقف جدید)

اوہ ایم۔ پی۔ کٹک

مورخہ ۲۵ راگست کو بعد نماز جمعہ زیر صدارت محترم مولوی سید ابو صالح صاحب صدر جماعت کٹک جلسہ سیرت النبی منایا گیا۔ تلاوتِ قرآن پاک و نظم کے بعد مکرم نثار الرحمن صاحب و مکرم عبد الصمد خاں صاحب نے حضور اقدس کی ابتدائی زندگی اور ہجرت کے حالات پر روشنی ڈالی۔ ازاں بعد مکرم سید غلام مہدی ناصر مبلغ کٹک نے قلیل وقت کو مد نظر رکھتے ہوئے اڑیہ زبان میں فرمایا۔ کہ نبیوں کے سردار کا وہ نمونہ تھا۔ جس نے جانی دشمنوں اور خون کے پیاسوں کے دلوں کو ایسا موہ لیا کہ وہی جان کے دشمن اور خون کے پیاسے حضور اقدس اور اسلام کے لئے اپنی جانوں اور مالوں کی قربانی میں کبھی دریغ نہ کرتے حضور کی مقدس زندگی ہر امر میں مشعلِ راہ ہے۔ اگر آج ہم سب اُن نمونوں کو اپنائیں تو آج بھی اسلام کو شاندار عروج حاصل ہو سکتا ہے۔ صدر جلسہ نے فرمایا۔ کہ خدا کے لگائے ہوئے پودے کو کوئی اُکھیڑ نہیں سکتا۔

(سیکرٹری تبلیغ جماعت کٹک)

لکھنؤ

یہاں پر جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم مورخہ ۲۵ راگست کو بعد نماز جمعہ محترم سیٹھ خیر الدین احمد صاحب مرحوم کے دولت خانہ پر زیر صدارت محترم سید رستم علی صاحب منعقد ہوا۔ مکرم محمد صدیق صاحب نے "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور پیروی انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتی ہے" عنوان کے تحت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب سے اقتباسات پڑھ کر سنائے جو بہت ہی مقبول ہوئے۔ ازاں بعد مکرم بشیر احمد صاحب ایم۔ اے ابن محترم سیٹھ خیر الدین احمد صاحب مرحوم نے "سیرت رسول" پر تقریر کی۔ آپ نے ظہور اسلام سے قبل عرب دنیا کی ابتر و خستہ حالت کا ذکر کر کے بتایا کہ ایسے خطرناک دور میں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی مگر حضور نے ان درندوں کو باخدا انسان بنا دیا۔ ازاں بعد خاکسار کی تقریر "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے دشمنوں سے حُسنِ سلوک" کے عنوان پر تھی۔ میں نے بتایا کہ اسلام کی نشوونما اور اشاعت کا باعث اس کی مقدس اور دلکش تعلیم ہوئی جس کی آبیاری بانیٔ اسلام کے اعلیٰ خلق کریمانہ جذبہ اور رحیمانہ توجہ کے بہترین اوصاف سے کی گئی۔ تب لوگ ان رحمانی تلوار دل اور اخلاقی بھالوں سے گھائل ہو کر ہمیشہ کے لئے محمدؐ کی غلامی اختیار کرتے چلے گئے۔ بالآخر صدر صاحب نے صدارتی تقریر میں نصیحت فرمائی۔ کہ بھائیو! اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ کہ اے محمد لوگوں کو کہہ دے کہ وہ اگر چاہتے ہیں کہ وہ خدا سے تعلق پیدا کریں۔ جب وہ تیری پیروی کریں گے وہ خود بخود ان کو مل جائے گا۔ گویا محبت الٰہی کے حصول کا واحد ذریعہ اتباع رسول ہے۔ پس دوست توجہ اور انہماک کیساتھ رسول مقبول کی پیروی کریں۔

(منظور احمد مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ)

انبیٹہ

مورخہ ۲۵ راگست بعد نماز مغرب ساڑھے سات بجے جلسہ سیرۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن پاک و نظم کے بعد مکرم علی احمد خاں صاحب نے آدھ گھنٹہ تقریر فرمائی۔ اور حضور اقدس کی ابتدائی زندگی کے حالات پر روشنی ڈالی۔ ازاں بعد خاکسار نے سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ کے چند واقعات بیان کئے۔ اور بتایا کہ حضرت ابو ہریرہ رضؓ کس طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق تھے۔

(بشیر احمد مبلغ سلسلہ احمدیہ)

موسیٰ بنی مائینز

مورخہ ۲۷ راگست بعد نماز مغرب خاکسار کی زیر صدارت جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد ہوا۔ مکرم حیدر خان صاحب سیکرٹری تبلیغ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر تقریر فرمائی۔ ازاں بعد مکرم شیخ ابراہیم صاحب نائب صدر جماعت نے آنحضرت صلعم کے ظہور کے وقت عرب کی حالت کا نقشہ بیان فرمایا۔ ازاں بعد خاکسار نے پیغام اسلام اور لیڈران مکہ کی مخالفت کے موضوع پر تقریر کی۔ بالآخر بعد دعا جلسہ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

(سید محمد موسےٰ مبلغ سلسلہ احمدیہ)

چک امرچھ

یہاں پر جلسہ سیرۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم مورخہ ۲۵ راگست کو زیر صدارت مکرم محمد شریف اللہ خاں صاحب مسجد احمدیہ میں منعقد ہوا۔ سب سے پہلے خاکسار نے حضور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ پر تقریر کی۔ لیکن بوجہ علالت کے کھڑے ہو کر تقریر کرنے سے معذور تھا میرے بعد محمد بشیر احمد خاں نے اشاعت دین کے موضوع پر تقریر کی۔ ازاں بعد مکرم مولوی عبدالرحیم صاحب مبلغ نے تقریر کی۔ لوگ ہمہ تن گوش ہو کر تقریریں سنتے رہے

(راجہ غلام محمد خاں پریذیڈنٹ)

پونچھ

حسب سابق وادیٔ پونچھ میں میلاد النبی صلعم کی مقدس تقریب کو مقامی مسلمانوں نے بلا امتیاز مشترکہ طور پر زیر سرپرستی سیرت کمیٹی پونچھ منایا۔ پروگرام کے مطابق خاکسار کو دو دفعہ سیرت نبی اکرم صلعم بیان کرنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ مکرم بابو محمد یوسف صاحب پراونشل امیر نے بھی مختلف مواقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام اور ایک مقالہ بھی پڑھ کر سنایا۔ اطفال احمدیہ سے عزیزم عبدالحفیظ و عبدالحق صاحب نے نظمیں پڑھیں۔

(محمد صدیق ثاقب صدر جماعت احمدیہ پونچھ)

لجنہ اماء اللہ مدراس

لجنہ اماء اللہ مدراس کے زیر انتظام جلسہ سیرۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم مورخہ ۲۷ بروز اتوار وقت ۴ بجے خانم برادرم سید زین العابدین صاحب کے مکان پر بڑے شان و شوکت سے منایا گیا۔ تمام ممبرات کے علاوہ غیر احمدی مستورات نے بھی شمولیت کی۔

جلسہ کی کارروائی تلاوت قرآن کریم صدر لجنہ اماء اللہ بیگم صاحبہ محمد رفیق صاحب نے شروع کی۔ نظم خاکسارہ نے الفرقان کے سیرت النبی صلعم نمبر سے پڑھ کر سنائی۔ بعدہٗ قدسیہ بیگم۔ حامدہ عبد آمنہ خالدہ نے اپنے منتخب کردہ مضامین میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا خدا تعالیٰ پر توکل۔ انسان کامل دنیا کا محسن علی الترتیب پڑھ کر سنائے بلقیس بیگم ہمشیرہ آزاد نوجوان نے حضرت مسیح موعود کا منظوم کلام "مصطفیٰ پر تیرا بے حد ہو سلام اور رحمت" خوش الحانی سے پڑھا۔ اس کے بعد بیگم صاحبہ مولوی محمد صاحب صادقہ امینی۔ بلقیس بیگم نے علی الترتیب اپنے اپنے مضامین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات عورتوں پر۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم قرآن کے آئینہ میں۔ اور نور کامل کے عنوان سے پڑھے۔

ناصرات الاحمدیہ کی چھوٹی لڑکیوں سے ناصرہ امینی نے حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے عنوان سے مضمون پڑھ کر سنایا مضامین کے وقفہ کے دوران میں مختلف ممبرات نے مثلاً صدیقہ بیگم امینی۔ ناصرہ بیگم اور خاکسار نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں مختلف نظمیں پڑھ کر سنائیں۔

محترمہ سعیدہ صاحبہ نے اپنا مضمون رحمۃ للعالمین پڑھا۔ جس سے حاضرات بہت محظوظ ہوئیں۔ آخر پر صدر لجنہ اماء اللہ بیگم محمد رفیق صاحب نے درود شریف کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور تمام غیر احمدی مستورات کا جلسہ میں شامل ہونے پر شکریہ ادا کیا۔

دعا کے بعد جلسہ برخواست ہوا۔ اور جلسہ کے اختتام پر صاحب خانہ نے تمام حاضرات کی چائے اور فروٹ سے تواضع کی غیر احمدی مستورات بہت اچھا اثر لے کر گئیں۔ الحمد للہ۔

خاکسارہ
النصر بیگم قریشی قائمقام سیکرٹری

سونگھڑہ حلقہ ۱ مورخہ ۲۶ راگست کو زیر اہتمام لجنہ اماء اللہ جلسہ سیرت النبی بعد نماز ظہر برمکان مولوی سید احتشام الدین صاحب بصدارت عزیزہ ناصرہ خاتون صاحبہ منعقد ہوا۔ عہد نامہ دہرائے جانے کے بعد تلاوت قرآن کریم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں مختلف نظمیں پڑھی گئیں خاکسارہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے "اخلاقِ فاضلہ" پر ایک مضمون پڑھا۔

اس کے بعد عزیزہ امۃ الرشید فاطمہ خاتون نے حضور اکرم صلعم کی تبلیغ اسلام میں سرگرمی اور استقلال پر ایک مضمون پڑھ کر سنایا۔ بعدہٗ امۃ القیوم فاطمہ خاتون صاحبہ نے اخبار بدر سے ایک مضمون انقلاب حقیقی کا علمبردار محمد عربی صلعم پڑھا۔ مکرمہ صدر سیدہ ناصرہ خاتون نے اخبار بدر سے ایک مضمون "آنحضرت صلعم کا دستگیری" سنایا۔ وقت کے مناسب حال صدر صاحبہ نے حضور اکرم سرور دو عالم کے تعلق باللہ اور شفقت علی خلق اللہ پر ایک عمدہ تقریر کی جو تقریباً ایک گھنٹہ تک جاری رہی۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے احسن طریق پر حضور اکرم کے عورتوں پر احسانات پر بھی روشنی ڈالی۔ جسے تمام بہنوں نے غور سے سنا۔ اس مبارک جلسہ میں بعض غیر احمدی بہنیں بھی شریک ہوئیں۔ جن کی بعد انعقاد جلسہ پان وغیرہ سے تواضع کی گئی۔ وہ بہنیں صدر صاحبہ کی تقریر کو نہایت دلچسپی سے سنتی رہیں۔ اس طرح جلسہ سیرت النبی صلعم خدا کے فضل وکرم سے حسب سابق امسال بھی ہر طرح کامیاب رہا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے بہتر تبلیغ کی توفیق دے۔ آمین۔

خدا کے فضل سے حاضرات کی تعداد کافی تھی۔

عاجزہ سیدہ نورالنساء
جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ سونگھڑہ حلقہ ۱

جمشید پور (بہار) مورخہ ۲۵ راگست کو بعد نماز جمعہ سیرت النبی صلعم کا مبارک جلسہ منعقد ہوا۔ جمشید پور کے دونوں حلقوں سنگوڑ اور کودمہ کی بہنوں کی حاضری تسلی بخش تھی۔ یہ جلسہ زیر صدارت عزیزہ فاطمہ صاحبہ منعقد ہوا۔ سب سے پہلے تلاوت قرآن پاک عارفہ بیگم صاحبہ نے کی۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں نصرت جہاں نے نظم پڑھی بعدہٗ عاجزہ نے ایک مضمون بعنوان "رسول کریم صلعم کے احسان عورتوں پر" سنایا۔ اخبار بدر سے آنحضرت صلعم کا مقام محمود خالدہ بیگم نے پڑھ کر سنایا۔ پھر عاجزہ نے نظم "رکھ پیش نظر" حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی سنائی۔ بعد میں جنابہ صدر صاحبہ شاکرہ خاتون نے اپنا مضمون بعنوان "آپ کی زندگی کے چند واقعات" پڑھ کر سنایا۔ پھر قمر النساء صاحبہ نے اخبار بدر سے "حضرت سرور کائنات صلعم کی چند عظیم الشان پیشگوئیاں" پڑھ کر سنایا۔ پھر نصرت جہاں صاحبہ نے اپنا مضمون بعنوان "مخالفین کے مظالم پر آنحضرت اور آپ کے صحابہؓ کا صبر" پڑھ کر سنایا پھر اخبار بدر سے "انقلاب حقیقی کا علمبردار محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم" خورشیدہ بیگم نے پڑھ کر سنایا۔ بعد میں امانتہ بیگم نے نظم پڑھی اور پھر اس جلسہ کی صدر صاحبہ عزیزہ فاطمہ صاحبہ نے محمد عربیؐ کی شان میں ایک نظم پڑھی۔ بالآخر بعد دعا یہ جلسہ بخیر وخوبی ختم ہوا۔ اس موقعہ پر تمام بہنوں نے عصر کی نماز باجماعت ادا کی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

خاکسارہ امۃ الرؤف

پینگال (اڑیسہ) خاکسار کی زیر صدارت جلسہ سیرت النبی صلعم بعد نماز مغرب منعقد ہوا۔ سب سے پہلے مکرم مقبول خان صاحب نے تلاوت کی اور نظم "وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا" عزیزم حیدر خان صاحب نے پڑھی۔

بعدہٗ پہلے نمبر پر مکرم منشی جمعہ خان صاحب سیکرٹری تعلیم وتربیت نے آنحضرت صلعم کی بعثت سے قبل عرب کی حالت پر روشنی ڈالتے ہوئے حیات نبوی کے چیدہ چیدہ واقعات بیان کئے۔

دوسری تقریر۔ مکرم مولوی عبدالرحمن صاحب نے آنحضرت صلعم کے عورتوں پر احسانات کے عنوان پر کی۔

تیسرے نمبر پر مبلغ علاقہ مکرم مولوی سید فضل عمر صاحب نے آنحضرت صلعم کی بعثت کے عنوان پر ایک پُر از معلومات تقریر کی۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک ایمان افروز واقعات پر روشنی ڈالی۔ جسے تمام حاضرین نے پوری توجہ کے ساتھ سُنا۔

آخر میں خاکسار نے آنحضرت صلعم کی تعلیم پر عمل کرنے کی طرف احباب کو توجہ دلائی۔ اور بعد دعا جلسہ برخواست ہوا۔

الحمد للہ انصار، خدام، لجنہ اور ناصرات الاطفال تمام اس مبارک جلسہ میں شریک ہوئے۔

خاکسار
محمد فرقان علی احمدی
صدر جماعت احمدیہ پینگال

پروگرام دورہ مکرم مولوی سراج الحق صاحب انسپکٹر بیت المال

جماعت ہائے احمدیہ جنوبی ہند ۲۷/۹/۶۱ تا ۳۱/۱۰/۶۱

مندرجہ ذیل جماعتہائے احمدیہ جنوبی ہند کے جملہ عہدیداران مال کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ مکرم مولوی سراج الحق صاحب انسپکٹر بیت المال حسب ذیل کے پروگرام کے مطابق مورخہ ۲۷/۹/۶۱ تا ۳۱/۱۰/۶۱ بغرض پڑتال حسابات وصولی چندہ جات وتشخیص بجٹ ۱۹۶۲-۶۱ء وغیرہ کے سلسلہ میں دورہ کریں گے۔ جملہ متعلقہ جماعتوں کے عہدیداران سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ انسپکٹر صاحب موصوف سے کما حقہ تعاون فرمادیں گے۔ ۳۱/۱۰/۶۱ کے بعد کا پروگرام انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ شائع کر دیا جائے گا۔

ناظر بیت المال قادیان

نام جماعت	تاریخ رسیدگی	تاریخ روانگی	عرصہ قیام	کیفیت
بمبئی	۲۸-۹-۶۱	۱-۱۰-۶۱	۳ یوم	
باندہ	۲-۱۰-۶۱	۳-۱۰-۶۱	۱ "	
نندگڑھ	۳-۱۰-۶۱	۵-۱۰-۶۱	۱ "	
جبلی	۵-۱۰-۶۱	۷-۱۰-۶۱	۱ "	
شیموگہ	۷-۱۰-۶۱	۱۱-۱۰-۶۱	۳ "	
سورب	۱۱-۱۰-۶۱	۱۱-۱۰-۶۱	½ "	
ساگر	۱۲-۱۰-۶۱	۱۲-۱۰-۶۱	½ "	
بنگلور	۱۳-۱۰-۶۱	۱۶-۱۰-۶۱	۲ "	
مرکرہ	۱۶-۱۰-۶۱	۱۹-۱۰-۶۱	۲ "	
موگرال	۱۹-۱۰-۶۱	۲۰-۱۰-۶۱	۱ "	
چینگاڈی	۲۰-۱۰-۶۱	۲۲-۱۰-۶۱	۲ "	
کنّانور	۲۲-۱۰-۶۱	۲۵-۱۰-۶۱	۲ "	
کوڈالی	۲۵-۱۰-۶۱	۲۵-۱۰-۶۱	۱ "	
کالیکٹ	۲۵-۱۰-۶۱	۲۸-۱۰-۶۱	۳ "	
منارگھاٹ	۲۸-۱۰-۶۱	۲۹-۱۰-۶۱	۱ "	
الانور	۲۹-۱۰-۶۱	۳۰-۱۰-۶۱	۱ "	
کرولائی	۳۰-۱۰-۶۱	۳۱-۱۰-۶۱	۱ "	

وصایا

ذیل کی وصایا منظوری سے قبل شائع کی جا رہی ہیں تاکہ اگر کسی صاحب کو ان وصایا میں سے کسی وصیت کے متعلق کسی جہت سے اعتراض ہو تو وہ دفتر مقبرہ بہشتی کو ضروری تفصیل سے آگاہ فرمائیں۔ (سیکرٹری مجلس کارپرداز ربوہ)

نمبر ۱۳۲۶۳ منکہ عبد الاحد خاں ولد فتح محمد قوم افغان پیشہ درویشی عمر قریباً ستر سال تاریخ بیعت ۱۹۱۰ء ساکن قادیان۔ ڈاکخانہ خاص ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۰ جون ۱۹۶۰ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری کوئی جائیداد نہیں ہے۔ میرا گذارہ اس وقت درویشی الاؤنس پر ہے جو مبلغ ۵۰/- روپے ماہوار ہے۔ اس کے علاوہ سیدنا حضرت مرزا وسیم احمد صاحب کی طرف سے مجھے ۱۵/- روپے ماہوار ملتے ہیں۔ گویا ۶۵/- روپے ماہوار آمد ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میں اگر آئندہ کوئی جائیداد پیدا کروں گا تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز مصالح قبرستان کو دیتا رہوں گا میری وفات کے بعد میری متروکہ جائیداد پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ فقط العبد عبد الاحد خاں ولد فتح محمد ساکن قادیان ۶/۲۰-۶۰۔ گواہ شد عبد الغفار بیرہ واقف زندگی معاون ناظر دعوت و تبلیغ قادیان موصی ۹۸۶۸ ۶/۲۰-۶۰۔ گواہ شد فیض احمد گجراتی درویش قادیان موصی ۱۰۸۸۶ ۶/۲۰-۶۰۔

نمبر ۱۳۲۶۴ منکہ محمد عبد الکریم نور ولد محمد ابراہیم صاحب قوم ہوڈری پیشہ تجارت عمر ۳۵ سال تاریخ بیعت پیدائشی ساکن دیودرگ ضلع رائچور صوبہ میسور اسٹیٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۱ نومبر ۱۹۶۰ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں ہے۔ اس وقت ماہوار آمد ۲۲ روپے ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے وقت میرا جس قدر متروکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد محمد عبد الکریم نور ہوڈری پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ دیودرگ ۲۱ نومبر ۱۹۶۰ء بروز سہ شنبہ۔ گواہ شد محمد اسمٰعیل احمدی آرٹسٹ دیودرگ ۲۱ نومبر ۱۹۶۰ء۔ گواہ شد فیض احمد مبلغ سلسلہ احمدیہ دیودرگ ۲۱ نومبر ۱۹۶۰ء۔

نمبر ۱۳۲۶۵ میں محمد عبد الغنی ولد محمد عبد الرزاق صاحب قوم نائکنڈ پیشہ ملازمت عمر ۲۵ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن دیودرگ ڈاکخانہ دیودرگ ضلع رائچور صوبہ میسور اسٹیٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۲ نومبر ۱۹۶۰ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں ہے۔ اس وقت ماہوار آمد ۹۰/- روپے ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان رہوں گا اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی اطلاع بھی مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے وقت میرا جس قدر متروکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فقط والسلام

العبد محمد عبد الغنی احمدی ممبر پاسر وریر ۱۱/۲۲-۶۰۔ گواہ شد فیض احمد مبلغ سلسلہ احمدیہ یادگیر ۱۱/۲۲-۶۰۔ گواہ شد محمد عبد الکریم نور پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ دیودرگ ۲۲ نومبر ۱۹۶۰ء۔

نمبر ۱۳۲۶۶ منکہ نصرت جہاں بیگم زوجہ نذیر احمد ننگلی قوم سید پیشہ خانہ داری عمر ۴۲ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان ڈاکخانہ خاص ضلع گورداسپور صوبہ مشرقی پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲/۵-۶۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری اس وقت غیر منقولہ جائیداد کوئی نہیں البتہ منقولہ جائیداد حسب ذیل ہے:-

مہر بذمہ خاوند	۵۰۰/-
کانٹے طلائی ایک تولہ قیمتی	۱۳۰/-
انگوٹھی طلائی نصف تولہ قیمتی	۶۵/-
کل میزان	۶۹۵/- روپے

میں اپنی مندرجہ بالا جائیداد قیمتی مبلغ ۶۹۵/- روپے کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ میری کوئی جائیداد نہیں ہے۔ اگر کسی وقت اس کے علاوہ کوئی جائیداد پیدا کروں یا بوقت وفات ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت ۱/۱۰ کے لحاظ سے حاوی ہوگی۔

میری اس وصیت پر میرے ورثاء کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔

الامتہ	گواہ شد	گواہ شد
نصرت جہاں بیگم	نشان انگوٹھا نذیر احمد ننگلی	عبد الغفور موصی ۱۰۶۵۰ قادیان ضلع
۵-۲-۶۱	خاوند موصیہ ۵-۲-۶۱	گورداسپور مشرقی پنجاب ۲/۵-۶۱

ادائیگی بقایاجات کی اہمیت

از

ارشادات سیدنا امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

یکم مئی ۱۹۶۱ء سے نیا مالی سال شروع ہو کر اب پانچ ماہ گذر گئے ہیں ہندوستان کی اکثر جماعتوں نے ابھی تک اپنے گذشتہ سال کے بجٹ کو سو فی صدی پورا نہیں کیا۔ اور نہ ہی موجودہ مالی سال کے پانچ ماہ کی آمد تشخیص بجٹ کے مطابق ہو رہی ہے۔ حالانکہ اپنا بجٹ سو فی صدی پورا کرنا ہر فرد اور جماعت کا فرض ہے۔ اور اس بارہ میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تاکید کرتے ہوئے تنبیہہ فرماتے ہیں:-

> "یاد رکھنا چاہیئے کہ بجٹ کو پورا کرنا مجھ پر احسان نہیں نہ سلسلہ پر احسان ہے۔ نہ خدا پر احسان ہے۔ جو۔۔۔۔۔۔ خدا کے دین کی خدمت کے لئے دیتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ سے سودا کرتا ہے۔ اور اس سودے کو پورا نہ کرنے کی وجہ سے خدا کے نزدیک جوابدہ ہے اور جس قدر کمی رہتی ہے۔ وہ اس کے نام بقایا ہے۔ اگر وہ اس دنیا میں ادا نہیں کرتا۔ تو جب خدا تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا۔ خدا تعالیٰ فرمائے گا۔ جاؤ جہنم میں بقایا ادا کر کے آؤ"

بعض احباب مالی مشکلات۔ اخراجات کی زیادتی، مہنگائی و قحط سالی کا عذر کرتے ہیں ایسے احباب کو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کا مندرجہ ذیل ارشاد ہر وقت اپنے پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ حضور فرماتے ہیں:-

> "میں ان دوستوں کو جن کے ذمہ بقائے ہیں۔ توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے بقائے جلد ادا کریں۔ وہ مجھے یہ بات یاد نہ دلائیں کہ اس وقت مشکلات زیادہ ہیں۔ یہ بات ہر شخص کو معلوم ہے"

پھر امسال مجلس مشاورت کے موقعہ پر جو ارشاد حضور ایدہ اللہ نے ارسال فرمایا اس میں بھی حضور فرماتے ہیں:-

> "جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ ہمارے بجٹ میں کمی کا بڑا دخل ان نادہندوں کا ہے۔ جو سلسلہ میں شامل ہونے کے باوجود اخلاص کی کمی کی وجہ سے مالی قربانیوں میں حصہ نہیں لیتے اسی طرح وہ لوگ جو مقررہ شرح کے مطابق چندہ نہیں دیتے یا بقایوں کی ادائیگی میں سستی سے کام لیتے ہیں۔ انکی غفلت بھی سلسلہ کے لئے نقصان کا موجب ہو رہی ہے۔ پس میں تمام امراء و سیکرٹریانِ جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ انہیں روحانی اور تربیتی اصلاح کے ساتھ نادہندوں اور شرح سے کم چندہ دینے والوں کے بارہ میں اپنی ذمہ داری سمجھنی چاہیئے۔ تاکہ ان میں بھی قربانی کا جذبہ پیدا ہو۔ اور وہ بھی اپنے دوسرے بھائیوں کے دوش بدوش اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے ثواب میں شریک ہو سکیں"

اس زمانہ میں جس عظیم مقصد کیلئے اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کی بنیاد رکھی اس کا تصور کر کے ہوئے اگر ہم میں سے ہر ایک احمدی دوست اپنے فرائض کا کماحقہٗ احساس کر کے اپنا محاسبہ کرے اور جماعت کے عہدیداران نیز بقایاداروں بے شرح اور نادہندہ دوستوں کی اصلاح و تربیت کے لئے کمربستہ ہو جائیں۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ جماعتی چندوں کی پوزیشن نمایاں طور پر بہتر نہ ہو جائے۔ اور سلسلہ کے بہت سے کام جن کا سرانجام دہی میں کمی آمد کی وجہ سے مشکلات پیش آ رہی ہیں۔ ان کا ازالہ نہ ہو سکے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے مندرجہ بالا ارشادات کی تعمیل میں مالی قربانیوں کے معیار کو بہت بلند کر دیں۔ اور ہر جماعت کے عہدیداران بقایادار بے شرح اور نادہندہ افراد کی اصلاح کیطرف فوری طور پر متوجہ ہوں۔ تاکہ جہاں سلسلہ کی مشکلات دور ہونگی وہاں اللہ تعالیٰ قربانی کرنے والے احباب جماعت کی مشکلات کو بھی اپنے فضل سے دور فرمائے۔ امید ہے کہ جملہ جماعت ہائے ہندوستان کے امراء و صدر صاحبان۔ سیکرٹریان مال اور مبلغین کرام اپنے اپنے حلقہ میں چندوں کی پوزیشن کو بہتر بنانے کے لئے خاص طور پر کوشش اور جدوجہد کر کے عنداللہ ماجور ہونگے۔ اور ایسے افراد جو باوجود پوری کوشش اور تحریک کے اپنی حالت پر مصر ہیں۔ اور ادائیگی چندہ سے گریز کریں۔ ان کے متعلق معین رپورٹ مجلس ملاحظہ کے واسطے نظارت ہذا میں بھجوائی جائے۔ تاکہ مزید اصلاحی کارروائی کی طرف قدم اٹھایا جائے۔

اللہ تعالیٰ جملہ احباب کو عملی طور پر اپنا دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان

خبریں

لندن ۱۸ ر ستمبر۔ اتحادی سبھا کے سیکرٹری جنرل مسٹر ہیمر شولڈ کا ٹنگا کے سابق صدر شومبے سے بات چیت کے لئے جس جہاز میں لیو پولڈ ول سے شمالی روڈیشیا کے مقام انڈولا کو جا رہے تھے وہ پر اسرار طور پر لاپتہ ہو گیا اور اس کے بارے میں مختلف اور متضاد خبریں موصول ہو رہی ہیں۔ شمالی روڈیشیا کی ہوائی فوج کے تین جہازوں نے کاٹنگا سرحد سے ملنے والے روڈیشیا کے علاقے میں جہاز کی تلاش شروع کر دی ہے۔ لندن میں روڈیشیا کے ہائی کمیشن کے ایک ترجمان نے بتایا ہے کہ مسٹر ہیمر شولڈ کا جہاز لیو پولڈ ول سے اڑنے کے بعد گر گیا۔ اور اس میں آگ لگ گئی۔ ترجمان نے کہا کہ ابھی اس خبر کی تصدیق نہیں ہو سکی۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ مسٹر ہیمر شولڈ کے جہاز کو لیو پولڈ ول سے انڈولا جاتے ہوئے مجبوراً اترنا پڑا۔ لندن میں دفتر خارجہ کے ترجمان نے بتایا ہے کہ اُسے یہ پتہ نہیں کہ مسٹر ہیمر شولڈ اس وقت کہاں ہیں۔ لندن ہوائی سبھا کے انفرمیشن آفس نے بھی کہا ہے کہ اسے مسٹر ہیمر شولڈ کی نقل و حرکت کے بارے میں سرکاری طور پر اطلاع نہیں۔ بی بی سی نے اطلاع دی ہے کہ مسٹر ہیمر شولڈ کے جہاز نے آدھی رات کے وقت انڈولا ہوائی اڈہ پر پہنچ کر ہوا باز کو نیچے اترنے کی اجازت دیدی گئی مگر بعض وجوہات کی بنا پر پتہ نہیں چل سکا جہاز لاپتہ ہو گیا۔

نئی دہلی ۱۹ ر ستمبر۔ کانگو میں اتحادی سبھا کے سیکرٹری جنرل مسٹر ہیمر شولڈ کے جہاز کے گر کر ٹوٹ جانے کی خبر یہاں انتہائی صدمہ سے سنی گئی ہے۔ اور جہاز کے ٹوٹنے کے متعلق مکمل رپورٹ کا انتظار کیا جا رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اتفاقی کیس ہو۔ مگر کاٹنگا میں گڑبڑ والے حالات کے پیش نظر تخریبی کارروائی کو خارج از امکان قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مسٹر ہیمر شولڈ کے جہاز کے گرنے کے متعلق ابھی سرکاری رد عمل ظاہر نہیں کیا گیا۔ جہاز کے حادثہ کی خبر پردھان منتری مسٹر نہرو کو اس وقت سنائی گئی جب وہ کانگرس ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ میں شامل تھے۔

انقرہ ۱۸ ر ستمبر۔ سرکاری طور پر بتایا گیا ہے کہ ترکی کے سابق وزیر اعظم مسٹر عدنان میندریس کو کل پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ اس سے پہلے ترکی کے سابق وزیر خارجہ اور سابق وزیر خزانہ بھی پھانسی پر لٹکائے جا چکے ہیں۔ ان پر آئین کی خلاف ورزی کا الزام تھا۔

لدھیانہ ۱۸ ر ستمبر۔ پنجاب کے ڈپٹی منسٹر برائے لا اینڈ آرڈر شری ہربنس لال نے ایک انٹرویو میں کہا ہے کہ پنجاب سرکار دربار صاحب امرت سر میں داخل ہو کر پولیس کو مطلوب اکالی لیڈروں کی گرفتاری کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔ گذشتہ ایک ہفتہ کے دوران میں پولیس نے نصف درجن سے زائد گوردواروں کے اندر سے پچاس کے قریب مفرور اکالیوں کو گرفتار کیا ہے۔ ایک اور سوال کے جواب میں آپ نے کہا کہ گو اکالی لیڈر ماسٹر تارا سنگھ بھی پولیس کو مطلوب ہیں۔ مگر اس کے باوجود حکومت نے ان سے طبی معائنہ کے لئے ڈاکٹر بھیجے تھے کیونکہ حکومت ان کی جان بچانا چاہتی ہے۔ آپ نے اعلان کیا کہ پنجاب میں ہر طرح سے امن و امان ہے اور صورت حالات مکمل طور پر قابو میں ہے۔

امرتسر ۱۸ ر ستمبر۔ اکالی لیڈر ماسٹر تارا سنگھ کے مرن برت کا آج ۳۵ واں دن تھا۔ ڈاکٹروں نے ان کی حالت کو تشویشناک قرار دیا۔ انہیں آج بھی بواسیر سے خون آیا۔ آج ڈاکٹر سنتوکھ سنگھ پرنسپل گورنمنٹ میڈیکل کالج امرتسر اور ڈاکٹر رام پرکاش نے ان کا معائنہ کیا۔

پنڈی گھیب ۱۸ ر ستمبر۔ پردھان منتری پنڈت نہرو نے پنجاب کے سیلاب زدگان کی امداد کے لئے مزید ۲۵ ہزار روپیہ بھیجا ہے۔ اس سے پہلے انہوں نے ۵۵ ہزار روپیہ بھیجا تھا۔ شری کیرون نے کہا کہ ۲۵ ہزار روپیہ کی یہ رقم روہتک اور گوڑگانواں کے سیلاب زدگان کی امداد پر صرف کی جائے گی۔ آپ نے اس امداد کے لئے شری نہرو کا شکریہ ادا کیا۔

شادی کی ایک تقریب

قادیان مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۹۶۱ء۔ آج سردار ابیت سنگھ صاحب سندھو محلہ دار الفضل کی لڑکی شریمتی بلبیر کور کی شادی کی تقریب تھی۔ ان کی شادی سردار ایم ایس ورک ولد سردار اجاگر سنگھ ورک ساکن دسوہہ سے قرار پائی تھی۔ اس موقعہ پر شہر کے بہت سے معززین اور جماعت کی طرف سے مکرم مولوی عبد الرحمن صاحب فاضل امیر، مکرم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی بی۔ اے ناظر امور عامہ، مکرم شیخ عبد الحمید عاجز بی۔ اے ناظر بیت المال اور مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے تقریب میں شامل ہوئے۔ بعد دوپہر جملہ براتی مقامات مقدسہ کی زیارت کے لئے احمدیہ محلہ میں آئے۔ خدا تعالیٰ اس شادی کو جانبین کے لئے مبارک کرے۔ (نامہ نگار)

واشنگٹن ۱۸ ر ستمبر۔ امریکہ کے ایٹمی شکتی کمیشن نے اعلان کیا ہے کہ روس نے ایک اور ایٹمی دھماکہ کیا ہے۔ یہ تجربہ وسط ایشیا میں کیا گیا۔ ایٹمی تجربات دوبارہ شروع کرنے کے بعد روس کا یہ بارھواں تجربہ تھا۔

نیو یارک ۱۸ ر ستمبر۔ اتحادی سبھا کی جنرل اسمبلی کا اجلاس آج منگل سے شروع ہو رہا ہے اس میں نیوزی لینڈ نے یہ تحریک پیش کرنے کا نوٹس دیا ہے کہ کمیونسٹ چین کو اتحادی سبھا کا ممبر بنانے کی تجویز پر غور کیا جائے۔ ادھر امریکی نمائندہ مسٹر سٹیونسن نے اعلان کیا ہے کہ امریکہ کو اس تجویز پر بحث کئے جانے پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن امریکہ کی رائے ہے کہ چین کی شمولیت کا معاملہ ایک سب کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے جو کمیونسٹ چین کی اہلیت کا جائزہ لے۔ بھارت نے جنرل اسمبلی کے اجلاس میں بطور خود یا دوسرے ممالک کے ساتھ مل کر متعدد معاملات اٹھانے کا نوٹس دیا ہے۔ ان میں حسب ذیل امور شامل ہیں:۔ ایٹمی اور ہائیڈروجن بموں کے تجربات پر پابندی۔ جنوبی افریقہ کے ہندوستانی اور پاکستانی باشندوں کے ساتھ سلوک کی جنوبی افریقہ سرکار کی نسلی امتیاز کی پالیسی اور الجیریا کا مسئلہ۔

ماسکو ۱۸ ر ستمبر۔ روس نے مغربی ممالک کو مطلع کیا ہے۔ کہ اگر ان کے (مغربی ممالک کے) لڑاکا ہوائی جہازوں نے برلن پر اسی طرح غیر قانونی پرواز کی۔ جس طرح کہ گذشتہ بدھوار کو کی تھی۔ تو ان لڑاکا ہوائی جہازوں کو نیچے گرا لیا جائے گا۔ ہوائی جہازوں کو نیچے گرانے کے لئے ہر ممکن طریقے استعمال کئے جائیں گے۔ ان میں راکٹوں کا استعمال بھی شامل ہے۔ روس نے اس سلسلہ میں برطانیہ امریکہ۔ فرانس اور مغربی برلن کے سفارت خانوں کو ایک جیسے مراسلے بھیجے ہیں۔ ان مراسلوں کو شدید ترین احتجاج قرار دیا جا رہا ہے۔ ان مراسلوں میں کہا گیا ہے کہ مغربی ممالک کے ہوائی جہازوں کی پرواز مشرقی جرمنی کی فضائی خود مختاری کی خلاف ورزی ہے۔ اور ایک شدید جارحانہ کارروائی ہے

ماسکو ۱۸ ر ستمبر۔ وزیر اعظم مسٹر خروشچیف نے فرانس کے سابق وزیر مسٹر پال اسپاک کے ساتھ بات چیت کے دوران میں کہا کہ جرمنی مسئلہ چین کے مسئلہ کے آدھار پر حل کیا جائے انہوں نے کہا کہ مشرقی جرمنی بھی چین کی طرح ہی آزاد اور خود مختار ملک بن جائے۔ خواہ تمام طاقتیں اسے قانونی طور پر تسلیم نہ کریں۔

درخواست دعا

میرے چچا صاحب کے بائیں پہلو پر فالج کا شدید حملہ ہوا تھا۔ تا حال کچھ افاقہ نہیں ہوا۔ دن بدن کمزوری بڑھتی جاتی ہے۔ چلنے پھرنے سے معذور ہیں۔

احباب جماعت بزرگان سلسلہ اور درویشان قادیان سے موصوف کی صحت کاملہ و شفائے عاجلہ کے لئے عاجزانہ دعا کی درخواست ہے۔

راقمہ امۃ القیوم احمدی
از بھدرک اڑیسہ